

PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ  
سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز رہٹرز کے لئے آفر  
بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ  
کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے  
پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM



جس کا آسمان گری ہو  
جو رزق پر گری ہو

انشاں آسریدی

دورِ حاضر



جو تار سے نکل ہے وہ دامنِ سب نے سنی ہے  
جو ساز پہ گزری ہے وہ کس دل کو پتا ہے

ہر انسان اپنی فطرت کا قیدی ہوتا ہے مگر جب یہ قید کسی دوسرے کے لیے نفس بننے لگے تو اس سے آزاد ہونے کی کوشش کرنا کبھی، کبھی فریقِ ثانی کے لیے بھانے زندگی کی جنگ بن جاتا ہے۔ ایک ایسی جنگ کا قصہ جس میں خود کا بارنا گویا خودی کی شکست کا عنوان تھا۔

اس سے پہلے کہ بختیار صاحب سلیمان صاحب کی فیملی کو اپنے یہاں مدعو کرتے، ابرار صاحب کے بیٹے کے لیے پر ایک مرتبہ پھر ان دونوں خاندانوں کا سامنا ہو گیا۔ اس بار بختیار صاحب بالخصوص عواض کو ساتھ لائے تھے۔ کیونکہ ابرار صاحب نے اپنے دونوں کلاس میٹس کو مع فیملی بلایا تھا۔

بلیک شرٹ اور گرے ڈزرسٹ میں ملبوس عواض کی شخصیت اور بھی متاثر کن لگ رہی تھی۔ جس وقت مشکوٰۃ کمر والوں کے ساتھ قریب کے ہال میں داخل ہوئی، استقبال پر عواض بختیار صاحب کے ساتھ کھڑا نظر آیا۔ وہ اس کا تعارف کسی واقف کار سے کر رہے تھے۔ سلیمان صاحب کو دیکھ کر بختیار صاحب بے حد حاک سے ان کی جانب بڑھے تو عواض کی توجہ بھی ان کی طرف مبذول ہوئی۔

اماں اور سلوی کے ساتھ وہ کھڑی بختیار صاحب کی فیملی کو اپنے یہاں مدعو کرتے، ابرار صاحب کے بیٹے کے لیے پر ایک مرتبہ پھر ان دونوں خاندانوں کا سامنا ہو گیا۔ اس بار بختیار صاحب بالخصوص عواض کو ساتھ لائے تھے۔ کیونکہ ابرار صاحب نے اپنے دونوں کلاس میٹس کو مع فیملی بلایا تھا۔

بلیک شرٹ اور گرے ڈزرسٹ میں ملبوس عواض کی شخصیت اور بھی متاثر کن لگ رہی تھی۔ جس وقت مشکوٰۃ کمر والوں کے ساتھ قریب کے ہال میں داخل ہوئی، استقبال پر عواض بختیار صاحب کے ساتھ کھڑا نظر آیا۔ وہ اس کا تعارف کسی واقف کار سے کر رہے تھے۔ سلیمان صاحب کو دیکھ کر بختیار صاحب بے حد حاک سے ان کی جانب بڑھے تو عواض کی توجہ بھی ان کی طرف مبذول ہوئی۔

اماں اور سلوی کے ساتھ وہ کھڑی بختیار صاحب کی فیملی کو اپنے یہاں مدعو کرتے، ابرار صاحب کے بیٹے کے لیے پر ایک مرتبہ پھر ان دونوں خاندانوں کا سامنا ہو گیا۔ اس بار بختیار صاحب بالخصوص عواض کو ساتھ لائے تھے۔ کیونکہ ابرار صاحب نے اپنے دونوں کلاس میٹس کو مع فیملی بلایا تھا۔





چھوٹا بیٹا۔ آج کل ڈاکٹرینٹ کر رہا ہے ساتھ ہی ایک ملائے میٹل لیگل ایڈوائزری بھی جو ان کر رہی ہے۔“  
بختیار صاحب نے بڑے کافر یہ تعارف کر لیا تو مشکوٰۃ نے گہری نظر سے اس کی طرف دیکھا جو سنبل بیگم کو سلام کر کے عاکف سے مصافحہ کر رہا تھا۔

باپ کے فخر کے مقابلے میں اس کے چہرے پر جراثیم مسکراہٹ تھی، تقاضا نہ غرور۔ مشکوٰۃ کو اس کا یہ انداز اچھا لگا۔ غصہ سے بال بنائے گئے ڈزرسوٹ میں بیویں وہ بہت شاندار لگ رہا تھا۔ اس کی سیاہ گہری آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ تین چار دن کی بڑھی ہوئی شیدا سے بہت گریں مل رہی تھی۔ جبکہ کوٹ کے کف سے جمائی سلور رسٹ وایج اور سیاہ brogue شوز اس کے ڈزرسوٹ کے ساتھ خوب مچ رہے تھے۔ وہ اس کے اعلیٰ ذوق کی معترف ہوئی۔

اور ابھی وہ اس کا مکمل جائزہ لینے میں مصروف تھی کہ اچانک عواض نے عاکف سے بات کرتے کرتے گردن کو خم دے کر براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔ وہ نظروں کی اس چوری پر بری طرح شیشا لگی۔ بے ارادہ وہاں تک جھکیں جس کے باعث آنکھوں کا خوب صورت میک اپ نمایاں ہو گیا تھا۔

”ارے، آپ سب ابد تو آئیے۔“ بقیہ تعارف بیٹہ کر بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ”اس دوران ابرار صاحب ان سب کو لے کر آگے بڑھے تو وہ سلوٹی کی شوخیوں پر اسے گھور یوں سے نوازتی اندر چلی آئی جہاں عذرا بیگم اور سامعہ انہیں اپنی خنجر نظر آئیں۔ وہ دونوں سنبل بیگم سے جس تپاک سے بیس سلوٹی کی شوخ نظروں نے اسے مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

یہ ایک کس گید رنگ تقریب تھی اس لیے وہ سب ایک ہی ٹیبل پر آکر بیٹھ گئے۔ عذرا بیگم، سنبل سے اور سلوٹی، سامعہ سے جو ٹکٹو ہوئی تو وہ خاموشی سے ان سب کو سننے لگی۔ عام حالات میں وہ ہمیشہ پڑا ہوا انداز میں بات کرتی تھی مگر سلوٹی کی دی ہوئی اطلاع کے باعث آج پہلی ملاقات کے مقابلے میں وہ اندر ہی اندر خاموشی گہرائی ہوئی تھی اس لیے چپ رہنے میں ہی

عافیت جاتی۔ اچانک عذرا بیگم نے اسے مخاطب کر لیا۔ ”کیا بات ہے مشکوٰۃ بیٹا آج آپ بہت خاموش ہیں۔“ انہوں نے اس کی خاموشی محسوس کر لی تھی۔ جواباً وہ بے اختیار سر نیچی میں ہلا گئی۔

”ایسی بات نہیں، میں آپ سب کو سن رہی ہوں۔“ ہلکی سی مسکراہٹ سمیت اس نے اس بار اپنے ازلی اعتماد سمیت جواب دیا تو عواض بختیار کی نگاہ اس کے چہرے پر آکر ٹھہر گئی۔ وہ اس وقت گہرے پڑتے ڈیپل کے باعث بہت دلفریب لگ رہی تھی۔ اس کی بھوری چپٹیوں والی آنکھیں بھی مجسم تھیں۔

”ہم... ہم... تو بڑی اچھی عادت ہے آپ کی۔ دوسروں کو سننا ان کو سمجھنے کے سلسلے کی پہلی گڑی ہوتا ہے۔ دنیا میں بہت کم لوگ دوسروں کو سننا پسند کرتے ہیں۔“ عذرا بیگم نے متانت سے کہا تو سلوٹی ہنسنے لگی۔ ”چھپا سکی۔ جبکہ وہ اپنی تعریف سے زیادہ عواض کے متوجہ ہونے پر پیش کرنے لگی تھی۔

”ابھی ساس صاحبہ نے آپ کی زبان کی تباہ کاریاں نہیں دیکھیں۔ مگر کوئی بات نہیں... اور مکمل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں۔ پتا چل جائے گا انہیں بھی جلدی۔“ سلوٹی زہر لب بڑبڑاتی تھی مگر اسے صاف سنا ہی دے گیا تھا جس پر وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

کھانے کے بعد سامعہ کے کہنے پر وہ دونوں دلیسے کے جوڑے کو لے کر آگے نکلیں گئیں تو سامعہ نے کپل کے بہانے اپنی سیل فون سے ان دونوں کی بھی کچھ تصویریں بنالیں، جس میں اس نے ایک دو تصویریں مشکوٰۃ کی اکیلے بھی بنائیں۔ وہ دونوں سمجھ رہی تھیں کہ سامعہ یہ سب کیوں کر رہی ہے اس لیے سلوٹی کی شریر نظریں اسے جھینپنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

”ہم... ہم... معاملہ سیٹ ہے بھائی۔“ ٹیبل کی طرف آتے ہوئے سلوٹی نے اس کے کان میں شوخی سے سرگوشی کی تو وہ اپنے لیوں پر بکھرتی بے ساختہ مسکراہٹ کو روک نہ سکی۔ اس نے نوٹ کیا سنبل بیگم بھی عواض سے مل کر متاثر ہوئی ہیں۔

اس سے پہلے کہ سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ

جاتے بختیار صاحب کے اشارے پر عذرا بیگم نے اگلے ویک اینڈ پر ان سب کو اپنے گھر مدعو کیا تو کچھ بھر کے لیے اس کی اور عواض کی نگاہیں ایک دوسرے کی طرف اٹھ گئیں۔ دعوت بہت اصرار کے ساتھ دی گئی تھی جسے رکی رد و کد کے بعد سنبل بیگم کو قبول کرنا ہی پڑا۔

☆☆☆

”مجھے سمجھ نہیں آ رہا بھائی کہ آخر پایا کو جلدی کس بات کی ہے۔ میں کہیں بھانگا تو نہیں جا رہا۔“  
”نیک کام میں دیر بھی تو نہیں ہونی چاہیے عواض۔ یوں بھی پایا کو تمہارے بھانگنے کی نہیں... مگر جن فضاؤں میں آج کل تم اڑ رہے ہو اس کی زیادہ فکر ہے۔“ چائے کا کھونٹ بھرتے ہوئے عباد نے اسے گہری نظر سے دیکھا تو وہ چونک گیا۔ دونوں بھائی اس وقت اس کے کمرے کے ساتھ بنے میز پر بیٹھے شام کی چائے کا لطف لے رہے تھے۔

”کیا مطلب... کون سی فضا میں بھائی؟“  
عواض کے چہرے پر نہ سمجھنے والا تاثر بکھرا۔  
”وہی فضا میں میرے بھائی جن میں اڑنے کی اجازت کم از کم پایا تو جنہیں نہیں دے سکتے۔“ جواباً عباد ہلکے سے مسکرا دیا تھا۔ پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے قدرے ہلکی آواز میں سوال پوچھا۔ ”دیے وہ خاتون کون تھیں جن کے ساتھ لاسٹ ویک تم اپنے آفس کے سامنے والے ریسٹورنٹ میں مچ کر رہے تھے؟ اتفاق ہے میں اور پایا بھی ایک کلاٹھ سے میٹنگ کے لیے وہاں آئے ہوئے تھے۔“

اپنے سوال کے جواب میں عباد کے بتانے پر اس کی آنکھوں قدرے جھنجھلاہٹ درآئی۔

”اوہ کم آن بھائی، وہ میری کو لیگ ہے۔ اسے انگریز ملا تھا۔ اسی خوشی میں اس نے مجھے ٹریٹ دینے کے لیے لیج برانوائٹ کیا تھا۔ دیش اٹ۔“ وہ بولا تو کچھ میں کھنکی جھلک رہی تھی۔

”اتنی بڑی فرم میں اپنی خوشی شہر کرنے کے لیے اس نے صرف تم کو ہی انوائٹ کیا۔ کو انوائٹ انٹرنیشنل؟“ عباد کی مسکراہٹ میں ہلکا سا طنز ہلکورے

جو ساڑ بہ گزری ہے  
لے رہا تھا۔ جواباً اس نے سر کو ہلکے سے جھکا۔  
”ہم محض اچھے دوست ہیں بھائی۔ اور آفس کے انوائزمنٹ میں تھوڑی بہت بے تکلفی تو ہو جاتی ہے۔ مگر یہ سب دیکھیں جیسا آپ نے پایا نے بھائی۔“  
”دیکھو عواض مسئلہ میرے سمجھنے کا نہیں پایا کا ہے۔ تم جانتے تو ہو، وہ بس اپنے ہی ذہن سے سوچتے اور نتیجے نکالنے کے قائل ہیں۔ دیے تو وہ کافی عرصے سے چاہ رہے تھے کہ جنہیں سیٹل کریں مگر اس دن کے بعد ان کا فیصلہ اور بھی پختہ ہو گیا۔ تم تو جانتے ہو وہ رشتے قائم کرنے کے معاملے میں ایک خاص نظریہ رکھتے ہیں۔ تمہاری کو لیگ پایا کے قائم کردہ فریم میں فٹ نہیں ہوتی۔“

”اوہ کم آن بھائی، اس میں رشتے داری کہاں سے آگئی۔ میں نے بتایا تو ہے کہ وہ محض میری کو لیگ اور فریڈ ہے۔“ اس کی بھونٹیں تھیں۔  
”تو پھر جنہیں مشکوٰۃ سے رشتے پر اعتراض کیوں ہے؟“ عباد نے اسے خوب گھبراہٹا۔

”مجھے مشکوٰۃ سے رشتے پر نہیں، پایا کے اس طرح جلدی چاہنے پر اعتراض ہے اور اب جبکہ میں اس کی وجہ بھی جان گیا ہوں یہ میرے لیے اور بھی کوفت کا باعث ہے۔“ وہ بددلی سے بولا۔

”دیکھو عواض، تم ہمارے گھر کے ماحول کو اچھی طرح جانتے ہو۔ مشکوٰۃ جیسی گھریلو لڑکی ہی ہمارے گھر میں ایڈجسٹ ہو سکتی ہے۔ تم اگر کسی کو پسند نہیں کرتے تو میرا نہیں خیال جنہیں پایا کو بلاجیہ اب سیٹ کرنا چاہیے۔ آخر جنہیں بھی تو شادی کرنی ہی ہے تو پھر اس لڑکی سے کیوں نہیں جسے سب گھروالوں نے پسند کیا ہے۔“

”سب گھروالوں نے نہیں... صرف پایا نے۔ انہیں ہمیشہ سے اپنے فیصلے سب پر مسلط کرنے کے عادت ہے۔“

”تو گویا تمہاری بات سے میں یہ سمجھوں کہ مشکوٰۃ جنہیں پسند نہیں۔“

”اب یہ بھی نہیں کہا میں نے۔“ جواباً وہ برجستہ بولا تو عباد بے ساختہ فٹ پڑا۔



”جب دل سے راضی ہو تو یہ قلمی میر و بننے کی کیا تک ہے میرے بھائی۔ چلو شاہنشاہ سہرا باندھنے کی تیاری کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پاپا کو قلمی اباؤں والا رول لے کر بنا پڑے۔“ اس کے کندھے پر دھب جمتے ہوئے عمار نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر رہ گیا۔ مشکوٰۃ کے لیے نہ سبھی مگر بختیار صاحب کی اس مطلق العنانیت پر اس کا ذہن ضرور احتجاج کر رہا تھا۔

☆☆☆

بختیار صاحب کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے وہ کچھ گھبراہٹ ہی تھی۔ آج صبح ان کی کال پر کیے جانے والے اصرار کی وجہ سے سلیمان صاحب کو اسے ساتھ لاتے ہی تھے۔ جبکہ سنبل بیگم حامل تھیں۔ ”لڑکی کا شادی سے پہلے سرال جانا ہمارے خاندان میں بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔“ ”ابھی کون سا رشتہ اس کا لٹے ہوا ہے سنبل۔“ بختیار نے محض اپنی پسند کا اظہار کیا ہے مجھ سے۔ باقاعدہ رشتہ وہ چند دنوں بعد لانا چاہ رہا ہے۔ ویسے بھی مشکوٰۃ کو اس سارے سلسلے کا کیا پتا۔ اس کے لیے تو یہ ایک عام سی دعوت ہے۔ اس سے پہلے بھی تو میرے حلقہ احباب سے تم سب کا ملنا ملنا رہا ہے۔ اس لیے تم بلاوجہ پریشان مت ہو۔ انچاہے کہ مشکوٰۃ بھی ان کا گھر دیکھ لے گی، ان سب سے مل لے گی۔ بعد میں جب وہ لوگ باقاعدہ پرپوزل لائیں گے تو اس کے لیے ہاں یا نہ کہنا آسان ہوگا۔“ سلیمان صاحب نے وہی الفاظ دہرا دیے جو بختیار صاحب نے انہیں قائل کرتے ہوئے کہے تھے۔ جواب سنبل بھی خاموش ہو رہی ہیں۔ ”لکنا ہے عواض بھائی کی اپنے ابا سے ٹھیک ٹھاک دوستی ہے۔ دیکھا، کیسے تمہیں گھر بلانے کے لیے بختیار اٹکل نے کنوئیں کیا اما تو۔“ یقیناً عواض بھائی کی فضا پر ہوا ہے یہ سب۔ ”سلوٹی کو اپنے قیاس پر یقین تھا۔ جس کی جاسوسانہ کوششوں کے نتیجے میں سنبل اور سلیمان صاحب کے مابین ہونے والی مشکوٰۃ تک بھی پہنچ چکی تھی۔ جس نے اس کے لبوں پر گلاب کھلا دیے تھے۔ مگر اب وہ ان کے گھر پہنچ کر گھبراہٹ ہی تھی۔“

”بس کر دو، یہ افسانوی میر و بننے کی طرح گھبرانے اور شرمانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر عواض کی بیوی بننے جا رہی ہو، لی کا فیڈنٹ۔“ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑتے دیکھ کر سلوٹی نے اسے ٹھوکا دیتے ہوئے مزید نروس کر دیا تھا۔ سب سے نظر بچا کر اس نے بہن کو غصے سے دیکھا تھا مگر اس سے پہلے کہ کوئی ان دونوں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کرتے دیکھتا، عذرا بیگم خود ان کے استقبال کے لیے دروازے تک چلی آئی تھیں۔

”آئیے بیٹا، اندر چلیے۔ آپ کا ہی انتظار تھا۔“ سنبل بیگم سے سلام دعا کے بعد انہوں نے بالخصوص مشکوٰۃ کو مخاطب کیا اور اس کے شانوں پر بازو دراز کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لے کر اندر کی طرف بڑھیں۔

”واؤ کیا پروٹوکول ہے۔“ سلوٹی کی زبان پر ایک بار پھر کھلی ہوئی۔ اس کی سرگوشی پر مشکوٰۃ کے لبوں پر گھبرائی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔ ایک تقاضا اس نے اپنے اندر اترا تمحوس کیا تھا۔ ذرا دیر بعد ڈرائنگ روم میں خوش گیسوں کا دور چل پڑا تھا۔ سب وہاں موجود تھے سوائے عواض کے۔

”آئیے مشکوٰۃ میں آپ کو اپنا گھر دکھاؤں۔“ سلوٹی کو عواض کی بھائی ستارہ کے ساتھ جو مشکوٰۃ دیکھ کر سامعہ نے آہستگی سے خاموش بیٹھی مشکوٰۃ کو مخاطب کیا تو وہ متاثر ہی بہن کی طرف دیکھنے لگی جو اس وقت کس کمال بے نیازی سے اسے نظر انداز کر رہی تھی۔

”سلوٹی! تم بھی آؤ ناں، دل ہی دل میں بچ دو۔“ تاب کھاتے ہوئے اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتی سلوٹی کو پکارا۔ جو اس وقت عواض کے پیچھے گوگوش قید کیے مزے سے اس سے کھیل رہی تھی ساتھ ساتھ ستارہ سے باتیں بھی چل رہی تھیں۔

”تم چلو میں آتی ہوں۔“ خود کو معروف ظاہر کرتے ہوئے سلوٹی نے اسے شریر مگر اہمیت سمیت دیکھا تو اس کی بھوری آنکھوں میں حیرت اترنے لگی۔ سلوٹی کی یہ حرکت اسے سخت بری لگی تھی۔

”ڈونٹ وری مشکوٰۃ! سامعہ سے آپ کو کوئی

قصص نہیں پہنچے گا۔ یہ بڑی بے ضرر بندی ہے۔ آپ مکمل اطمینان سے اس کے ساتھ جا سکتی ہیں۔“ ستارہ بھائی نے شوشی سے اسے مخاطب کیا تو وہ بری طرح شرمندہ ہوئی اور بے اختیار سامعہ کی تھلک میں قدم بڑھا گئی۔

عذرا بیگم نے گھر کو بہت نفاست سے ستوارا اور سہایا ہوا تھا۔ گھر میں انڈور پائس کی بہتات تھی۔ گھر کا فرنیچر اور ڈیکور سفید رنگ کا تھا جس کے ساتھ بزم پودوں کا احراج بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ سرمئی وڈن فلورنگ پر چکی ہر شے حسین دکھائی دے رہی تھی۔ نیچے کے پورشن میں ڈرائنگ، ڈائننگ کے علاوہ ستارہ بھائی کا روم اور اسٹڈی بھی تھی۔ جبکہ باقی کمرے اوپر تھے۔

”اور یہ عواض بھائی کا روم ہے۔“ سب کمروں کا دورہ کرانے کے بعد سامعہ اسے عواض کے کمرے میں لائی تو وہ دلہیز پر جھک کر رک گئی۔ ”آئیے ناں مشکوٰۃ۔“ آپ رک کیوں گئیں؟“ سامعہ نے اسے رکنا دیکھ کر اس کا ہاتھ تھاما اور کمرے میں داخل ہو گئی تو ناچار اسے بھی قدم بڑھانا پڑا۔

”اس کمرے کی سب سے بڑی خوبی اس کے ساتھ بنایا یہ ویسٹ اوپن ٹیرس ہے۔ آپ کو پتا ہے مشکوٰۃ! عواض بھائی کا روم ہمارے گھر کا سب سے روشن اور ہوادار کمرہ ہے۔“ سامعہ نے کمرے کے دائیں جانب بنے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا تو وہ مسکرا دی۔

”اور سب سے الگ تھلک بھی۔ عواض بھائی کی اسٹڈیز اتنی تخت ہیں کہ انہیں ڈسٹرنس نہ ہو اس خیال سے مانا ہے یہ روم انہیں دیا ہے۔ بلکہ.....“ سامعہ مزے سے کمرے کی تعریف میں رطب اللسان تھی کہ نیپلے پورشن سے عذرا بیگم کی پکار نے اس کی بات کو مکمل نہ ہونے دیا۔

”آپ ایک منٹ یہیں رکیے، میں آتی ہوں۔“ اس سے پہلے کہ مشکوٰۃ کچھ سمجھتی، وہ تیزی سے کتنی چشم زدن میں غائب ہو گئی تھی۔

”اوہ۔“ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کے پیچھے جائے یا رکے۔ اور ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ

جو ساز بہ گزری ہے

اجا تک کمرے میں داخل ہونے والے عواض نے اسے ایک دم نروس کر دیا تھا۔ ”السلام علیکم۔“ گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے اس نے سلام کیا تو عواض سادہ نظروں سے اسے دیکھتا اس سے چند قدموں کے فاصلے پر آ رہا۔

”ولیکم السلام۔ کیا حال ہیں آپ کے؟“ وہ اسے دیکھتے ہوئے استفسار کر رہا تھا جس کے چہرے پر لکھی گھبراہٹ صاف بڑھی جا رہی تھی۔ وہ اس وقت اکیلی اس کے کمرے میں گھڑی سخت شرمندہ تھی۔

”الحمد للہ، میں ٹھیک ہوں۔“ کلائی میں پرے بے سلیٹ کو چھپاتے ہوئے وہ اپنا اعتماد بحال کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو اس وقت عواض کو سامنے باکر جاتا رہا تھا۔

”دش گڈ، بائی دا وے میری خیریت نہیں پوچھیں گی غالباً جس کے لیے آپ نے یہاں آنے کی زحمت کی۔“ سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔ سوالیہ نظریں وائٹ اور لائٹ پنک سوٹ میں لمبیز مشکوٰۃ کے خوشگوار چہرے پر جمی تھیں۔ سوٹ سلوی کی فرمائش پر اسے پہننا پڑا تھا۔ اتنے ہلکے رنگ اسے کچھ خاص پسند نہیں تھے۔

عواض کا سوال مشکوٰۃ کے چہرے پر سرفری بکیر گیا۔ ”نہیں ایسی بات نہیں۔ ان ٹیکٹ سامعہ مجھے اپنا گھر کا ٹور دیتے ہوئے یہاں لے آئی تھی۔“ حسب عادت صاف گوئی سے کہہ دیا تھا اس نے۔ عواض کی خیریت پھر بھی نہیں پوچھی تھی اس نے۔ جن پر عواض نے ایک لمحے کے لیے رک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ اور پھر زیر لب مسکرا کر در یافت کیا۔

”تو پھر کیسا لگا ہمارا گھر؟“

”ماشاء اللہ بہت اچھا۔“

”اور گھر والے؟“

”وہ بھی۔“ نروس کر دینے والا لہجہ مشکوٰۃ کی پٹکیں بوجھل کیے دے رہا تھا مگر اس نے اعتماد سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سادگی سے جواب دیا تھا۔

☆☆☆

”ماشاء اللہ لڑکا شکل صورت سے تو اچھا ہے،







پیشانی چوم لی۔

”کل ہم انہیں ہاں کہنے والے ہیں۔ تم جاہو تو ایک بار اور سوچ سکتی ہو۔“ اب کے ان کے کچھ میں ہلکی سی شوق تھی۔ جس پر اس نے گہری مسکراہٹ سمیت ان کی طرف دیکھا۔ پھر سنجیدگی سے بولی۔

”مجھے اور کچھ نہیں سوچنا اماں۔ ہاں مگر میری اسٹڈیز کا کیا ہوگا۔ آپ تو جانتی ہیں کہ میں ماسٹرز کرنا چاہتی ہوں۔“

”مجھے نہیں لگا کہ وہ لوگ تمہارے ماسٹرز کرنے تک انتظار کر سکیں گے۔ سلیمان بھائی کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ محض ہمارے اقرار کے منتظر ہیں۔ دیکھ لیتا ادھر ہم نے ہاں کی اور ادھر وہ اگلے چند ماہ کی تاریخ دے دیں گے۔“ سنیل بیگم اس کی بات سن کر کچھ سوچتے ہوئے بولی تھیں۔ پھر اس کے مشکور چہرے پر نظر پڑی تو ہلکے سے مسکرائیں۔

”شادی کے بعد ماسٹرز کرنے کا ارمان پورا کر لیتا بیٹا۔ عواض خود ڈاکٹر بن کر رہا ہے، مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں بھی آگے بڑھنے سے نہیں روکے گا۔“ زینتین لہجے میں انہوں نے مشکوٰۃ سے کہا تو وہ ان کے اطمینان دلانے پر پرسکون ہو گئی۔ آنے والی زندگی کے لیے کئی روپے خواب اس کی آنکھوں میں آجے تھے۔ ایک تعلیم یافتہ گھر انہ اس کا سوالی تھا۔ ناز کرنے کے لیے یہ وہی بہت تھی۔

☆☆☆

”مبارک ہو، سنیل بھائی کا فون تھا۔ ان لوگوں کی طرف سے ہاں ہے۔“ موبائل آف کرتے ہوئے عذرا بیگم نے خوشگوار لہجے میں بختیار صاحب کو مطلع کیا تو وہ قافزے مسکرا دیے۔

”ان کی طرف سے ہاں ہی ہونا تھی۔ مجھے پتا تھا کہ عواض جیسے تعلیم یافتہ خود دلاڑ کے رشتے کو سلیمان مع کر ہی نہیں سکتا۔ آخر کو عواض میرا بیٹا ہے۔ اسے نظر انداز کرنا کسی کے لیے بھی آسان نہیں۔“ خوشی اور اعتماد ان کے چہرے پر کئی رنگ بکھیر گئی تھی۔ لہجے میں فخر سے زیادہ غرور تھا۔ جسے محسوس کر کے عذرا بیگم

ہوتا۔ مگر ایسے انسان کو جھیلنے کے لیے ہمیں اس کی دوسری خوبیوں پر نظر رکھنا پڑتی ہے۔ بس یہی ایک طریقہ ہے زندگی کو بہل بنانے کا۔ اور مجھے یقین ہے میری بیٹی بہت ذہین ہے وہ صرف اپنے لیے ہی نہیں دوسروں کے لیے بھی حساس ہے۔“ سلیمان صاحب نے حلاوت سے کہتے ہوئے جیسے اس کے مزید شکوک کرنے کی ساری راہیں مسدود کر دیں۔ بلکہ اشارتا اسے بھی سمجھانے کی کوشش کی۔

کچھ تھا ان کے لہجے میں جس نے مشکوٰۃ کے ذہن کو سوچ کے راستے پر ڈالا تھا۔ انہوں نے بہت کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ دیا تھا۔

”میں کوشش کروں گی اب آپ کا یہ بھروسہ سنبھال دوں۔“ ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لپٹے ہوئے اس نے خود میں نئی توانائی کی اترتی محسوس کی تھی۔ محبت اور یقین سے بولی۔ جس پر سلیمان صاحب نے مسکرا کر اس کا سر شفقت سے تھپک دیا تھا۔

☆☆☆

آپا بیگم کی دوسرے انداز می کے باوجود سلیمان اور سنیل کے دل اس رشتے کے لیے راضی تھے۔ استجادہ کرنے کے بعد جب وہ اور بھی مطمئن ہو گئے تو ہاں کرنے کی سوچی۔ سلیمان صاحب نے سنیل سے کہا کہ وہ مشکوٰۃ کی مرضی معلوم کریں تو وہ اس کے پاس چلی آئیں جو اس وقت اپنے کمرے میں اکیلی تھی۔

”مجھے اور تمہارے ابا کو یہ رشتہ پسند ہے۔ اب تم بتاؤ بیٹا۔ تم اس رشتے کے بارے میں کیا رائے رکھتی ہو؟“ تھوڑی بہت حمید باندھنے کے بعد سنیل نے اس سے براہ راست سوال کیا تو وہ نظر جھکا کر مسکرا دی۔

”میں ان لوگوں کو نہیں جانتی اماں۔ لیکن اگر ابا اور آپ مطمئن ہیں تو یقیناً اس کی وجہ ہوگی۔“ اس نے کترائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

”گو کیا تمہیں کوئی اعتراض نہیں؟“ سنیل بیگم نے جیسے واضح الفاظ میں اس کا مطمح نظر معلوم کرنا چاہا۔ جواباً اس نے سر اثبات میں ہلا دیا تو انہوں نے اس کی سعادت مندی پر فخر کرتے ہوئے مسکرا کر اس کی

سامنے والا شخص اپنی فطرت کا قیدی ہے؟ آپ کو نہیں لگتا اب کہ ایسے لوگوں کو ان کی کوتاہی نہ بتا کر ہم ان کے اپنے اور باقی سب لوگوں کے حق میں کتنا برا کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم خود تو احرام کی خاطر تاروا بدسلوکی پر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں مگر کچھ کہنے والے کسی دوسرے شخص کو ضرور برا بنا دیتے ہیں جو حق بات کہہ رہا ہوتا ہے۔ میرے نزدیک کسی کی عزت کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے سیاہ کو بھی سفید کہا جائے۔ بلکہ محبت کا اصل تقاضا تو یہ ہے کہ خطا اور کواں کی غلطی بتا کر اصلاح اور تلافی کا موقع دیا جائے اسے نصیحت کی جائے۔“ اس نے برملا اختلاف کیا تھا۔ دنیا میں ایک ایسا ہی تو تھے جن سے وہ ہر بات دھڑلے سے کہہ دیتی تھی۔

”تمہاری بات اپنی جگہ درست بیٹا مگر کچھ تو یہ ہے کہ ہم اپنے ارد گرد موجود ہر شخص کو بدل نہیں سکتے۔ پھر بڑوں کا لحاظ بھی تو ہماری اقدار کا خاصہ ہے۔“ انہوں نے جمل سے اس کی بات سن کر جواباً کہا تو اختلاف اس کے چہرے پر تحریر ہو گیا تھا مگر اس نے لب بھینچ کر خود کو کچھ کہنے سے روکا۔ ”مجھے یقین ہے کہ تم دل بڑا کرتے ہوئے ایسی ناگوار باتوں کو نظر انداز کر دیا کرو گی۔“ وہ کہہ رہے تھے۔

”گویا معاف کرنے اور نظر انداز کرنے کی ساری ذمے داری میری ہی ہے ابا۔ کیا دوسروں کو میرے دل کا احساس نہیں کرنا چاہیے۔“ وہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔

”بالکل کرنا چاہیے۔ اگر آپا بیگم نے یہ سوال مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا ہوتا، میں انہیں بھی یہی کہتا۔ لیکن چونکہ سوال تمہاری طرف سے ہے اس لیے تمہیں جواب دے رہا ہوں۔“ وہ برجستہ بولے تھے پھر مسکرا کر بات مکمل کرنے لگے۔

”سیانے کہہ گئے ہیں کہ انسان ایک دکان اور اس کی زبان تالے کے مانند ہے۔ تالا کھلتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ دکان سونے کی ہے یا لوہے کی۔ درحقیقت سچ کہا فرض ہے بیٹا مگر اسے کہنے کا آرت یعنی حکمت آتی چاہیے۔ اور انہوں کہ یہ آرت ہر ایک کے پاس نہیں

لگاؤ۔ سسرال والوں کا دل جیتنے کے لیے لڑی کو بہت پاپڑ بیٹا پڑتے ہیں۔ محض باغباتی سے رام نہیں ہوتے یہ رشتے۔ کچھ آئی سمجھ میں۔“

خلاف توقع اور خلاف عادت بھولی بیگم نے نرم لہجے میں کہا تھا۔ مگر بات ہی ایسی کئی تھی انہوں نے جس نے اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کے رنگ جھلکا دیے تھے۔

”جی۔“ بددلی سے جواب دیا۔

”میری بیٹی بہت سمجھدار ہے آپا بیگم۔ آپ دیکھیے گا یہ بہت جلد نہ صرف اس گھر میں بلکہ سب کے دلوں میں بھی اپنی جگہ بنا لے گی۔“ قافز اور اعتماد سے بولتے سلیمان صاحب نے جیسے اس کی ساری کدورت سمیٹ لی۔ اس نے مسکرائی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا تھا۔

”ہم..... م، اللہ کرے ایسا ہی ہو۔“ جواباً آپا بیگم نے ہلکی سی مسکراہٹ سمیت کہا تو اس کا دل مزید جل کر رہ گیا۔ وہ اپنی بات کہہ کر سبز حیاں اتر گئیں تو ناگوار سے منہ بنائی وہ پیچھے ہٹ گئی اور جو بیٹی سلیمان صاحب انہیں ہی آف کر کے واپس لوٹے اس نے ان سے بے اختیار پوچھا۔

”ابا کیا میں بہت بری ہوں۔“

”نہیں تو بیٹا۔“

”تو آخر بھولی بیگم میرے بارے میں ایسی بات کیوں کرتی ہیں۔ جیسے میں کچھ کر نہیں سکتی ایک بیکار انسان ہوں۔“

”ایسی بات نہیں بیٹا۔ وہ تمہارے بھلے ہی کے لیے یہ سب کہتی ہیں۔“ انہوں نے رمانیت سے جواب دیا۔

”کسی کے بھلے کے لیے کیا بھلے طریقے سے بات نہیں کی جاسکتی؟“ وہ خشکی سے بولی تھی۔

”ہر انسان اپنے مزاج اور اپنی فطرت کا قیدی ہوتا ہے بیٹا۔ آپا بیگم کچھ کڑی ضرور ہیں۔ مگر انہیں درحقیقت ہماری ہی بھلائی مقصود ہوتی ہے۔“ انہوں نے مشفق انداز میں اسے سمجھایا۔

”تو کیا ہمیں ایسے تکلیف دہ رویے کو خاموشی سے برداشت کرتے رہنا چاہیے، صرف اس لیے کہ





مئی کے شمارے کے  
تجملات ستارے

### اولین صفحات

پکسانی، بے سروسامانی انسان کو وقت سے پہلے  
نڈھال کر دیتی ہے۔ زندگی کی پہل اور دشواری  
کامت ابلہ کرنے والوں کی داستان

### جنگل

جنگل کا قانون انسانی معاشرے میں در آئے تو پھر  
تہذیب مری جاتی ہے۔ انسان اور انسانیت کی تذلیل  
سے نکر جانے والے نوجوان کی داستان شجاعت

### دبیر

قدم قدم پر بدعتی مسیبتوں کا مکتبہ ابلہ کرنے  
والے ایک دبیر نوجوان کی کوچہ گردی  
حسام بیٹ کے قلم سے سلسلہ وار کہانی

### سورق کے اگلے

### سہلا رنگ

محبت کی سہری پٹی آنکھوں سے سب کچھ اوچل کر دیتی  
ہے۔ محبت دفریب کے جال میں الجھا سستی خیر سورق

### دوسرا رنگ

زندگی ایک ہواور طلب گار ایک سے زیادہ۔  
زندگی کو چھل سمجھ کر کھینے والے اُمیدوار کا  
آخسری داؤد سورق کا تہہ کار رنگ

### جتنی نکتہ جتنی

آپ کے تہرے... مشورے... جتنیں...  
ڈکاتیں... اور نئی دلچسپ باتیں... کھائیں

کی شادیوں کے فیصلے بھی انہوں نے خود کیے۔ اور آج  
انہیں عواض کی پسند ناپسند کی فکر ہوئی تھی۔  
شام کا خیر نامہ ختم ہو گیا تھا۔ بختیار صاحب اٹھے،  
اٹھے آخری حکم سنا کر ان کی سامعوں کا بوجھ بڑھا گئے  
تھے۔ عذرا بیگم نے گہری اور افسردہ سی سانس بھر کر....  
بے اختیار اپنی خالی ہتھیلیوں کی بے جان کپڑوں کی طرف  
دیکھا اور لب بھینچ کر کچھ سوچنے لگیں۔ سہل بیگم کی کال پر  
جو خوشی دل کاٹیں ہوئی تھی وہ بختیار صاحب کی تکلیف دہ  
باتوں کے باعث پڑمردگی میں تبدیل ہو گئی۔

مگر انہیں ہمیشہ کی طرح اپنی انا اور سوچ کو پیچھے  
دھکیل کر اپنے شریک حیات کی تابع داری کرنا تھی۔

ایک طرف ہونے والی بہو کے ارمانوں کا بھی  
خیال تھا تو ساتھ ہی اپنے بیٹے کی خوشیاں بھی انہیں  
عزیز تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ  
عواض کو اتنی جلدی شادی کے لیے کیسے منایا جائے گا۔  
انہوں نے تو اس سے کہا تھا کہ ابھی صرف رشتہ طے کیا  
جائے گا شادی میں سال، چھ ماہ لگیں گے۔ مگر بختیار  
صاحب کچھ سننے پر راضی نہیں تھے۔

انہی وہ یہ سوچ ہی رہی تھیں کہ عواض سے کیا  
کہیں گی کہ بختیار صاحب نے یہ مسئلہ بھی حل ڈالا اور  
ساری بات سلیمان صاحب کی بہن آپا بیگم کے جج کے  
بروگرام پر ڈال کر، اتنی جلدی شادی کرنے کی توجہ پیش  
کر دی لہذا عذرا بیگم کو تر و تیش کرنا پڑا۔ اور یوں بظاہر  
یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ تاہم عواض اس غلطی کے لیے  
فوری طور پر تیار نہیں تھا مگر عباد نے اسے یہ کہہ کر سمجھا دیا  
کہ جب وہ مشکوٰۃ سے شادی پر راضی ہے تو پھر چند ماہ  
کی دیر سویرے کیا فرق پڑتا ہے۔ یوں بھی وہ سب  
جانتے تھے کہ بختیار صاحب نے جب فیصلہ کر لیا ہے تو  
اسے ماننے بنا کوئی چارہ نہیں۔ عواض کیا چاہتا ہے یہ  
جانے پتا انہوں نے حکم سنا دیا تھا۔

☆☆☆

”واہ کیا ڈالہ ہے۔ جج میں جا دو ہے مٹی کے  
ہاتھ میں۔“ سہلی نے آلو کوشت کچھ کر بے ساختہ کہا  
تھا۔ انداز بظاہر تعریفی تھا۔

ضرورت نہیں۔ وہ مٹی بات وقت کی تو نوے دن دے تو  
رہا ہوں تمہیں۔ یہ بھی کم ہیں تمہارے لیے۔“ بیوی کی  
بات پر بھی سے قطع کرتے ہوئے انہوں سخت تیوروں  
سے انہیں دیکھا تھا۔

”ہمارے لیے نہ سہی بختیار صاحب مگر لڑکی  
والوں کو تو کچھ وقت درکار ہوگا ناں؟“ عذرانے انہیں  
سمجھانے کی ناکام کوشش کی۔

”ان کی فکر تم چھوڑ دو۔ میں سلیمان کے کان  
سے یہ بات گزار چکا ہوں کہ سوائے کپڑوں اور جیولری  
کے بچی کو کچھ دینے کی ضرورت نہیں۔ یہاں کسی چیز کی  
کی نہیں۔ یوں بھی اس گھر کا سارا فرنیچر ایک خاص  
برینڈ کا ہے۔ اس کے ڈیکور میں ایک harmony  
(ہم آہنگی) ہے۔ کسی دوسرے کا انتخاب فٹ نہیں ہوگا  
اس میں۔“ انہوں نے حسب سابق فیصلہ کن انداز میں  
کہہ دیا تھا۔ عذرا جانتی تھیں کہ اب ان سے کچھ بھی کہنے  
کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس لیے  
اثبات میں سر ہلا کر محل سے کہنے لگیں۔

”تو پھر میں کپڑوں کی خریداری شروع کر دیتی  
ہوں۔ بلکہ کل فون کر کے مشکوٰۃ کی پسند کے کلرز پوچھ  
لیتی ہوں سہل بھابی سے۔ اور....“

”کوئی ضرورت نہیں کسی سے کچھ پوچھنے کی۔  
ابھی سے سر چڑھانے کا ارادہ ہے ہونے والی بہو کو۔“  
عذرا بیگم کی بات کو برہمی سے قطع کرتے ہوئے انہیں  
بری طرح ٹوک دیا تھا انہوں نے۔

”بیوی اپنے شوہر کے لیے جتنی ہے۔ تمہیں اس  
معا ملے میں مشکوٰۃ کے بجائے عواض کی پسند کو بے نظر رکھنا  
چاہیے۔ اسے ہمیشہ سے لائٹ کلرز پسند ہے ہیں بس  
ایسے ہی میڈیٹات سلوانا مشکوٰۃ کے لیے۔ بلکہ سہل  
بھابی کو بی کال کر کے بھوس کی پسند بتا دیتا۔“ سنگدلی  
سے کہتے وہ انہیں حیران کر گئے۔

جس بیٹے کی شادی کے لیے لڑکی تک انہوں نے  
خود جتنی اب اس کی پسند کا خیال آیا تھا انہیں۔ ساری  
زندگی عذرا بیگم اور بچے ان کے حکم کے تابع ان کی منتخب  
کردہ چیزیں استعمال کرتے رہے تھے۔ حتیٰ کہ بیٹوں

نے حکمت سے کہا۔  
”مشکوٰۃ بھی بہت پیاری بچی ہے۔ یقیناً اس  
کے لیے بھی رشتوں کی کوئی کمی نہیں ہوگی۔“

”لڑکی کی صرف ظاہری شخصیت ہی نہیں اس کا  
خاندان اور ایشیسی بھی دیکھا جاتا ہے عذرا بیگم۔ تو  
ڈاؤٹ کہ سلیمان ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے  
مگر ایشیسی میں وہ ہمارے ہم پلہ نہیں۔“ تھے تھے نقوش  
میں ٹھہری مشرور سرکراہٹ بختیار صاحب کا خاص تھی۔ مگر  
اس وقت ان کا لہجہ ہمیشہ سے کہیں زیادہ سنگبر اند تھا۔

”تو پھر آپ نے ان کے یہاں رشتہ کیوں کرنا چاہا  
اگر آپ کے لیے ہونے والی بہو کا ایشیسی اتنا اہم ہے۔“  
انہوں نے کچھ حیرت سے ان کی جانب دیکھا تھا۔

”بہو ہمیشہ اپنے سے کم ایشیسی کے گھرانے سے  
لائی چاہیے۔ ایسی لڑکی سرسرا والوں کے سر نہیں  
چڑھتی اور ہمیشہ اپنی حد میں رہتی ہے۔ میرے گھر کا  
ایک خاص ڈیکور ہے میں اسے مستحضر کرنا بھی پسند نہیں  
کروں گا۔“ جواباً انہوں نے خشک لہجے میں بیوی کو  
’جواب دیا انداز بتا رہا تھا کہ انہیں عذرا کا یہ سوال کرنا  
سخت ناگوار گزرا تھا۔ لہذا عذرا بیگم نے بحث کرنے  
کے بجائے خاموش رہنا بہتر سمجھا۔

”جی، دعا ہے کہ اللہ ہمارے اس فیصلے میں  
برکت رکھے، آمین۔ میرے خیال میں اب ہمیں  
تیاری شروع کر دینی چاہیے۔“ رسانیات سے کہہ کر  
انہوں نے موضوع بدلا مبادا بختیار صاحب کا موڈ  
خراب ہو جائے۔

”ہم.... مہتمم کل سے ہی تیاریاں شروع کر  
دو۔ میں سلیمان کو مین میپے بعد کی تاریخ دینے  
لگا ہوں۔“ جواباً انہوں نے حکم سے کہا تو عذرا پریشانی  
سے انہیں دیکھنے لگیں۔

”تمن میپے؟“ جتنے کم وقت میں تیاری کیسے ہوگی  
بختیار صاحب! اور یہ مگر بھی کس قدر شدید ہے،  
تمن ماہ بعد تو اور بھی گرمی بڑھ جائے گی۔ میرے خیال  
میں ہمیں ہر دیوں کی کوئی تاریخ....“

”تمہیں اپنے خیالات کو زحمت دینے کی



”ہم... کالا چادرو۔ جی تو براٹھا مل کر سیاہ ہو گیا ہے۔“ عاکف نے چٹکیوں میں گرم، گرم براٹھا اٹھا کر تیرہ شر کرتے ہوئے سلوٹی کی بات کا ملبوم واضح کیا تو بچن کی گری میں کوئنگ سے خبردار ماسکلو کا پارہ چڑھ گیا۔

”تم دونوں چپ کر کے کھاؤ۔ نہیں تو میں اس گرم چنے سے تمہاری دھناتی کر ڈالوں گی۔“ وہ گرم چنا لہرائی جا رہا تھا تیرہوں سمیت بچن میں دھکی گول کھانے کی میز کی طرف پلٹی تھی۔

آج کل اس کی زندگی سخت مشکل میں تھی۔ اماں اسے امور خانہ داری میں ماہر کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ ویسے تو یہ سلسلہ اس کے فاضل انگریز کے بعد سے چل رہا تھا مگر عواض کے گھر والوں کو ہاں کہنے کے بعد سے تو گویا اس کی شامت ہی آگئی تھی۔ اس پر مستزاد عاکف اور سلوٹی کے زہریلے تھمرے، اس کا دل چاہتا ان دونوں کو دھتک کے رکھ دے جو اس کی ذرا سی کوتاہی کو نظر انداز کرنے پر راضی نہ تھے۔ خوب ہی ریکارڈ لگاتے۔

”خدا کا خوف کرو مٹی۔ اب جلا ہوا کھانا بنانے کے بعد کیا ہمیں بھی جلانے کا ارادہ ہے؟“ سلوٹی نے ہنسی دبا کر اس کے غصیلے تیرہ ملاحظہ فرمائے۔

”دیے مجھے تو اب عواض بھائی پر ترس آنے لگا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مرد کے دل کا رستہ معدے سے ہو کر گزرتا ہے مگر اپنی مٹی آبی نے تو اس راستے کو ہی بلاک کر دینا ہے۔“ عاکف نے بھی مزہ لیا۔

”اب تو بس موصوف کے حسن سے ہی کچھ امید کی جاسکتی کہ وہ دل میں جگہ بنا سکے۔ ورنہ ہاتھ کے ڈالنے کے ساتھ ساتھ زبان کی بھی خاصی کڑوی ہیں مگر۔“ سلوٹی کی تو بین آئی تھی، آج عاکف کے ساتھ مل کر خوب ستا رہی تھی۔

”ایسی بات ہے تو پھر تم دونوں اٹھو یہاں سے۔ چلو شاپس چلے پھرتے نظر آؤ۔ کوئی کھانا نہیں ملنے والا تم لوگوں کو۔“ جیسے اعزاز میں کہہ کر اس نے دونوں کے سامنے سے ٹپٹیل اٹھانا شروع کی ہی تھیں کہ عین اسی وقت سنبل بیگم بچن میں داخل ہوئیں۔

”ارے یہ کیا کر رہی ہو مٹی؟“ انہوں حیرت آمیز تازہ بینی سے اسے روکا۔

”دیکھ لیں اماں آپ انہیں۔ یہ پریکٹس کی جا رہی ہے سرال جانے کی۔“ عاکف کسی بی جھالو کا کردار نبھا رہا تھا آج۔ مسکین سی شکل بنا کر ماں کی طرف دیکھا۔ ”گرم کھانے کے بجائے گرم چنے سے تو اسٹیک کی جانے والی تھی ہماری۔ پہلے تو کھانا جلا ہوا دیا اور اب دل بھی جلا رہی ہیں آپ کی مہمان بنی۔“ بات ہی اس نے ایسی لگی تھی کہ مٹکلو تھلکا کر ماں کی طرف مڑی۔

”سمجھا لیں اماں۔ اس شیطان کے چیلے کو۔ ناحق ضائع ہو جائے گا میرے ہاتھوں۔“ وہ واقعی غصے میں آگئی تھی۔

”بس کرو مٹی۔ اب ایسا بھی کیا کہہ دیا۔ بہن بھائی آپس میں مذاق کیا ہی کرتے ہیں۔“ سنبل بیگم نے سکرابٹ دبا کر اسے زری سے سمجھایا۔

”مذاق کرنے اور اڑانے میں فرق ہوتا ہے اماں، یہ بد تیز میرے پکائے کھانوں میں مسلسل عیب نکالتے ہیں۔ مجھے نہیں پکاتا ان کے لیے۔“ اس نے زور دے کر جواب دیا۔

”لو مجھے کیوں حمیت رہی ہو اس سب میں۔ میں نے تو کچھ نہیں کہا تمہیں۔ جو بھی ابلا بناتی ہو تم، بلا چوں چراں کھاتی ہو میں تو۔“ سلوٹی مصحوبیت کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے بولی تو اس نے عیض چھلکا کی نظروں سے اسے گھورا۔

”تم تو رہنے ہی دو سلوٹی۔ پارٹی بدلنے میں تمہارا جواب نہیں۔ پوری لوٹا ہوتی۔“

”توبہ، توبہ۔ یہ حال ہے ان محترمہ کا۔ ہمارے ساتھ یہ بد سلوٹی ہے تو سوچیں ذرا، پچارے عواض بھائی کے گھر والوں کا کیا حال کریں گی یہ۔“ عاکف نے معنوی گھر بندی سے ماں کی توجہ ایک نئے مسئلے کی طرف مبذول کرائی تو اس کی برداشت جواب دے گئی۔

”عاکف کے بچے اب اگر تم نے مزید کوئی فضول بات کی تو میں سراپا کر رکھ دوں گی تمہارا۔“ اس

کی آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔

”لو جی، ہو گیا قصہ تمام۔ اب ان کو عواض بھائی کا ہنر بھی فضول لگ رہا ہے۔ بس پھر ہماری تو واقعی کوئی حیثیت نہیں ان کی نگاہ تازہ میں۔“ عاکف نے شرارت سے اس کی بات پکڑی تو وہ رو ہاکی ہو کر رہ گئی۔

”بس کرو عاکف بیٹا، کیوں ستا رہے ہو بہن کو۔“ سلیمان صاحب چائے کی طلب میں بچن کی طرف آئے تو اندر داخل ہوتے ہوئے خجسم لہجے میں بچے کو ٹوکا۔ ”تو وہ سب ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ مٹکلو بے ساختہ باپ کی طرف بڑھی۔

”ستائیں رہا پایا بس ذرا مذاق کر رہا تھا مٹی صاحبہ نے مگر ان کا سٹیس آف ہو کر تو ڈب ہو چکا ہے۔“ کان سمجھا کر کہتے ہوئے اس نے سکرابٹ دبا لی تھی۔

”بھئی کوئی ضرورت نہیں مذاق کرنے کی ہماری بیٹی بہت سنجیدہ ہے۔“ سلیمان صاحب نے معنوی سختی سے عاکف اور سلوٹی کو ہدایت دی۔

”جی اور خاصی سنجیدہ بھی۔“ عاکف کی زبان میں پھر کھلی ہوئی تھی۔ مٹکلو نے شاکی نظروں سے باپ کی طرف دیکھا جو آج ان دونوں کے ساتھ مل گئے تھے۔

”رہنے دیجیے اماں، آپ سب ایک طرف ہو گئے ہیں۔ سب میرا ریکارڈ لگاتے ہیں۔ سوائے اماں کے۔ مگر وہ بھی بس ڈانٹتی ہی رہتی ہیں مجھے۔ یہ گھر تو ابھی سے پرایا ہو گیا ہے میرے لیے۔“ وہ سچ سچ سب سے خفا ہو گئی تھی۔ جواباً وہ سب بے اختیار ہنس پڑے تھے۔ پھر سلیمان صاحب کے کہنے پر دونوں بہن بھائی کو اس سے معذرت کرنا پڑی تب کہیں جا کر اس کا دل ٹھنڈا ہوا۔

”اچھا بس کرو، بہت تازہ اٹھو لیے سب سے۔“ چلو اب اپنے ابا کے لیے بھی روٹی ڈال لو۔“ سنبل بیگم نے معافی نامہ اور راضی نامہ ہونے کے بعد اسے کام کی طرف متوجہ کیا۔

”جی اچھا اماں۔“ وہ تابعداری سے برنر کی طرف پلٹ گئی تھی۔

”اس بار روٹی ٹھیک سے پیلنا مٹی۔ اتنے تو کسی اٹس پر نقشے نہیں ہوتے جتنے تم روٹی کے بنا لیتی ہو۔“

بچن سے نکلتے، نکلتے سلوٹی نے اسے چھیڑا تھا۔

”تمہاری باری میں دیکھتی ہوں تم کتنی سگھر اور ماہر امور خانہ داری ہو۔“ اس نے سخت لہجے میں جوابا کہا تھا۔ جس پر وہ ہنستی ہوئی باہر کی طرف قدم بڑھا گئی۔

”کچھ غلط نہیں کہہ رہی سلوٹی۔ دھیان سے کام کیا کرو بیٹا۔ آج بہن بھائی کا مذاق اور محض چھیڑ چھاڑ نا گوار لگ رہی ہے تمہیں۔ یہی سب کچھ اگر سرال جا کر سننا پڑا تو کسی تازیانے کی طرح لگے گا ایک، ایک لفظ۔“ سنبل بیگم نے اس بار زری اور پیار سے سمجھایا۔

اسے کچھ دنوں بعد دوسرے گھر چلے جانا تھا۔ یہی سوچ سوچ کر ان کا دل گداز ہو جاتا تھا۔

”جی اماں، کوشش کروں گی کہ اپنے کام میں مزید بہتری لاسکوں۔“ ماں کے لہجے میں ممتا اور انگور محسوس کر کے اس نے معذرت منہ سے کہا تو انہوں نے مسکرا کر اس کا شانہ ٹھیک دیا۔

پھر واقعی اس نے بہت دل اور توجہ سے بقیہ کام نمٹایا۔ اور اس وقت اس کا دل بہت خوش ہو گیا جب ابا کے ساتھ اماں نے بھی اسے سراہا۔

”تم مٹی کے معاملے میں تھوڑا زری سے کام لو سنبل۔ لڑکی کو محض گول روٹی بنانا ہی نہیں درحقیقت ایک اچھا انسان بنانا سیکھنا ہوتا ہے۔ مٹکلو ایک سمجھدار اور ذہین لڑکی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اسے اپنے نئے گھر میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ تم اس کے لیے بہت فکر مند مت ہوا کرو۔“ جائے بنا کر ان دونوں کو دینے کے بعد جب مٹکلو اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تو سلیمان صاحب نے بیوی سے کہا۔

”مٹی ہماری بیٹی ہے سلیمان، اس لیے ہماری نگاہ اس کی خوبیوں پر ہی رہتی ہے مگر دنیا کسی کے ساتھ بھی رعایت نہیں برتی، میں ماں ہوں اس کی اس کے بھلے ہی کے لیے کرتی ہوں یہ سب۔ اس کے مزاج کا اعزاز ہے مجھے۔ اس کی سگی بیٹی ہیں آپا بیگم مگر وہ ان کی ذرا سی بات تک برداشت نہیں کر پاتی۔ ہم اسے غیروں میں بیاہ رہے ہیں۔ اس لیے اوجھڑا تو اسے سکھانا ہی پڑے گی۔ چاہے اسے یہ سب برا ہی کیوں نہ لگے۔“



شہل بیگم کا اپنا فلسفہ تھا۔ سلیمان صاحب کو قائل کرنے والے لہجے میں جواب دے کر وہ اٹھ کر دوسرے کمرے چل دیں تو اپنی جگہ بیٹھے سلیمان صاحب ہاتھ میں چائے کا گم تھامے کی گہری سوچ میں ڈوب سے گئے۔

☆☆☆

”سامعہ کیا تمہارے پاس مشکوٰۃ کا سہل نمبر ہے؟“ شام کی چائے پکوں میں ٹکالتے ہوئے عذرا بیگم نے سامعہ سے پوچھا جو اس وقت کینٹ سے لٹک نکال رہی تھی۔

اگلے پختے عواض اور مشکوٰۃ کی شادی کی تاریخ طے ہونا تھی۔ عذرا بیگم ہونے کے لیے کچھ تحائف خرید کر لائی تھیں مگر فکر و اس گیر بھی کہ چاہئیں اسے پسند بھی آئے گا یا نہیں۔ ایسے میں انہیں خیال آیا کہ مشکوٰۃ اور عواض کو ایک دوسرے سے بات کرنے کا موقع ملتا چاہیے۔ تاکہ اس کی پسند ناپسند کا کچھ اندازہ لگایا جاسکے۔ حالانکہ بختیار صاحب نے انہیں منع کیا تھا مگر وہ ان کی بات سے شوق نہیں تھیں۔

”نہیں بابا، میں نے لیا نہیں ان سے۔ ویسے بھی سلوٹی بتا رہی تھی کہ مشکوٰۃ بھائی سیل فون بہت کم استعمال کرتی ہیں۔ اکثر یہاں وہاں رکھ کر بھول جاتی ہیں۔“ سامعہ نے سامنے بیٹھے بھائی کی طرف شوخی سے دیکھتے ہوئے جواب دیا تو جو اب عواض بھویں اچکا کر زیر لب مسکراتا اپنا کپ اٹھا کر باہر نکل گیا۔

”ویسے اگر آپ کہیں تو تاک لوں ان سے؟“ سامعہ مسکراتی رہی۔ پوچھا تو انہوں نے تبسم نظروں سے اسے دیکھ کر سر اثبات میں ہلادیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی کچھ میں داخل ہوتے بختیار صاحب کے چہرے پر پھیلی ناگواری دیکھ کر پہلی فرصت میں وہاں سے قائب ہو گئی۔ اندازہ تھا کہ اب کسی نہ کسی کی شامت آنے والی ہے۔

”خیر، یہ تمہیں مشکوٰۃ کے فون نمبر کی کیا ضرورت پڑی؟“ عذرا بیگم کے سر پر پختے ہی بختیار صاحب نے سختی سے سوال کیا تو وہ گڑبڑا گئیں۔ وہ مانتے پر بیگموں بل ڈالے انہیں گھور رہے تھے۔ ان

کے سوال کرنے کے انداز نے ایک دم عذرا بیگم کو اپنی غلطی کا احساس دلایا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ یہ بات بختیار صاحب کے سامنے نہیں آنا چاہیے تھی۔ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ سب سن چکے تھے۔

”میرے خیال سے عواض اور مشکوٰۃ کو ایک دوسرے سے بات کرنی چاہیے بختیار صاحب۔ ان کی شادی بہت جلدی میں ہو رہی ہے۔ ابھی وہ ایک دوسرے کو ٹھیک سے جانتے بھی نہیں۔ میرے خیال سے جب وہ دونوں بات کریں گے تو ایک دوسرے سے زیادہ بہتر طور پر مانوس ہو سکیں گے، آپس میں انڈر اسٹینڈنگ ہو جائے گی ان کی۔“ شوہر کے کرخت انداز کے جواب میں گہری سانس بھر کر رسائی سے کہا تھا انہوں نے۔

”اور یہ احقانہ خیال کس نے ڈالا تمہارے دماغ میں؟“ بھویں سکڑ کر بیوی کو تشکیک آمیز استنہامیہ نظروں کی گرفت میں لیا تھا انہوں نے۔ ”یقیناً ان کا شک عواض کی طرف گیا تھا۔ جو ابھی کچن سے لٹکا نظر آیا تھا انہیں۔“

”کوئی کیوں مجھ سے کچھ کہے گا بختیار صاحب؟ کیا میں اپنے بچوں کے لیے خود کچھ نہیں سوچ سکتی۔“ بے بسی سے سوال کیا۔

”نہیں، جنہیں ایسی کسی زحمت میں پڑنے کے لیے نہیں کہا میں نے عذرا بیگم۔ ایک تو تمہارے پاس عقل کی کمی ہے، دوسرے جو ہے اس کا استعمال بھی تمہیں گراں گزرتا ہے۔“ عذرا بیگم کے بے اختیار کہنے پر بختیار صاحب نے استہزائیہ لہجے میں کہہ کر کشمکش نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

”ایک دوسرے سے مانوس ہونے کے لیے عمر پڑی ہے ان دونوں کے پاس۔ یہ کام شادی کے بعد خود بخود ہو جائے گا۔ اس کے لیے انہیں انڈر اسٹینڈنگ کا کریش کورس کرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں جنہیں اپنی اولاد کے دماغ میں خناس بھرنے کی اجازت نہیں دوں گا تمہیں۔“ انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔ ”اس لیے جتنا کہا جائے بس اتنا کیا کرو۔“ انتہائی تلخ لہجے میں وہ ان کی ہستی زیرِ وزیر کر کے گئے تھے۔

”مجھے پتا ہے کہ آج کل کچھ ہو رہا ہے اس سوا کلا انڈر اسٹینڈنگ کے نام پر۔ لہذا جنہیں اس تردد میں پڑنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔“ انہیں گویا تنبیہ کی تھی انہوں نے۔ پھر ایک دم موضوع بدلتے ہوئے حکم دے دیے۔

”آج میری چائے میں دار چینی ڈال دینا اور ساتھ میں کچھ نمک لے کر ڈال میرے لیے۔“

”لیکن اس میں حرج ہی کیا ہے بختیار.....“ عذرا بیگم نے ایک آخری کوشش کرنا چاہی۔

”بس!“ ہاتھ اٹھا کر سر دھجے اور گونج دار آواز میں ان کی بات کا ٹی تو وہ لب بستہ رہ گئیں۔ ”جنہیں فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں دیا میں نے اتنی عورت! لہذا اپنی حد میں رہو۔ سمجھ میں آیا۔ اب چائے بنا کر لاؤ میرے لیے اور آئندہ مجھ سے بحث کرنے کی جرأت مت کرنا۔“ سرخ آنکھوں میں غصہ کی پیش لیے بختیار صاحب نے بری طرح ڈپٹ دیا تھا انہیں۔ اور پھر تھتے تھتے تیوروں سمیت کچن سے نکل گئے۔

اندر آتی ستارہ نے بیٹکی آنکھوں کے گوشے صاف کرتی عذرا بیگم کو ترم آئینہ نظروں سے دیکھا تھا۔ جنہیں اس گھر میں محض ایک منتظم اعلیٰ کی حیثیت حاصل تھی۔ یا شاید اس سے بھی کمتر۔

جب تک بچے چھوٹے تھے بختیار صاحب کی نگاہ میں وہ ان کی اولاد کی لیے محض ایک گورنس تھیں اور اب صرف اور صرف گھر کا انتظام چلانے والی ایک منتظم۔ بیوی اور ماں کا مقام تو انہیں کبھی ملا ہی نہیں تھا۔

”لایئے بابا! میں چائے بنا دیتی ہوں پیپا کے لیے۔“ اس نے سانس کے ہاتھ سے کپٹی لیتے ہوئے کہا تو عذرا بیگم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور سر کو خفیہ سی جنبش دے کر نمکونہ کالنے کے لیے مطلوبہ کینٹ کی طرف مڑ گئیں۔ اب تو انہیں اس تذلیل کی عادت سی ہو گئی تھی۔ بختیار صاحب بہو کے سامنے بھی لحاظ نہیں کرتے تھے۔ دونوں بیٹے، بیٹی اور بہو، سب کچھ دیکھتے سنتے یوں کان پیٹے پاس سے گزر جاتے جیسے یہ سب ہونا جائز ہو۔ شاید وہ سب immune ہو چکے تھے۔

☆☆☆

”خدا کے لیے مشکوٰۃ لائٹ کمرز بھی رکھو۔ جنہیں پتا ہے عواض بھائی کو کھل کمرز پسند ہیں۔“ یہ کوئی پانچواں سوٹ تھا جو وہ گہرے رنگ کا خرید کر لائی تھی۔ دو تو پہلے رنگ کے تھے جو اس کا پسندیدہ رنگ تھا۔

”ہاں مگر مجھے برائے کمرز پسند ہیں سلوٹی۔ یہ صوفیانہ کمرز پہننے کے لیے ابھی عمر پڑی ہے میری۔“ اس نے اطمینان سے جواب دیا تھا۔

”خیر اب ایسی بھی بات نہیں۔ آج کل تو ویسے بھی لائٹ کمرز ان ہیں۔ ساری ماڈلز پہن رہی ہیں۔“ سلوٹی نے اختلاف کیا۔

”رکھ لو گی ایک آدھ دیا بھی۔ جنجھ میں اور کچھ تو وہ لوگ ساتھ لانے دے نہیں رہے کم از کم کپڑے تو میں اپنی مرضی کے لے کر جاؤں۔ باقی سب تو یوں بھی وہاں ان کی پسند کا ہوگا۔“ کپڑوں کو تہہ کرتے ہوئے اس نے تنبیہ کی سے کہا تھا۔ جس پر سلوٹی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”مگر بختیار انکل کا گھر اور اس کا ڈیکور تو بہت خوب صورت ہے۔ کیا جنہیں وہ سب اچھا نہیں لگتا؟ خاص طور پر عواض بھائی کا روم تو پرکٹ ہے، اس میں تو کچھ بدلنے کی ضرورت ہی نہیں۔“ سوال کرتے ہوئے سلوٹی حیران تھی۔

”بات اچھے بابو سے کی نہیں پسند ناپسند کی ہے سلوٹی۔ اور ضروری نہیں کہ جو چیز دوسروں کو پسند ہو وہ مجھے بھی بھائے۔ بہر حال تم یہ سب چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ وہ بیو کا کیا بنا، جس میرٹ لان کا اماں نے کہا تھا وہ پسند آیا پھولی بیگم کو۔“ رسائی سے کہتے ہوئے اس نے اپنا مائی الغمیر واضح کیا تھا اور پھر موضوع بدلتے ہوئے سلوٹی سے استفسار کیا۔ آج وہ اماں کے ساتھ شاپنگ پر گئی تھی جبکہ اب پھولی بیگم کو وہ شادی لان دکھانے لے گئے تھے جس کے بارے میں شہل بیگم نے مشورہ دیا تھا۔

”افسوس کہ نہیں۔“ جوابا سلوٹی نے گہری سانس کھینچ کر اسے حالاتِ حاضرہ سے مطلع کیا۔ ”یہ کوئی تیسرا دینیو ہے جو پھولی بیگم نے رینکٹ کیا ہے۔ شادی کی تاریخ



بیک اماں کے بجائے ان کے کہنے کے مطابق رکھ دی گئی ہے، جنہیں اچانک جج پر جانے کا خیال آ گیا ہے۔ لیکن اب انہیں اماں کی پسند کا venue بھی سمجھ میں نہیں آ رہا۔ "سلوٹی نے سزا دی سے کہا تھا۔

"وہ تمہیں بتا رہے۔ انہیں اماں کی پسند سے ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ جو چیز اماں منتخب کریں گی بھولی بیگم کے لیے بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔" اس نے ناگواری سے کہا تھا۔

"ہم..... م، یہ تو ہے، ہمارے گھر میں ہمیشہ سے بھولی بیگم کی بات ہی مانی گئی ہے۔ پھر بھی وہ خوش نہیں ہوتیں۔ دوسرے اماں نے بھی تو کبھی احتجاج نہیں کیا۔" اس بار سلوٹی بھی خفا تھی۔

"پیاری بہن! ہماری اماں پر تو مزید نیازی کا یہ شعر صادق آتا ہے کہ.....

"میری ساری زندگی کو بے شر اس نے کیا عمر میری تھی مگر، اس کو بسر اس نے کیا" وہ طنز یہ مسکرا کر بولی۔

"خیر اماں کی زندگی بے شر تو ہرگز نہیں۔ اماں بہت قدر دان ہیں ان کے۔" سلوٹی نے ہمیشہ کی طرح فخر سے کہا کہ اس کی بات کا اثر ڈال کرنے کی کوشش کی۔

"انہوں نے ایسی قدر دان پر جوتی بے قدری کے بعد ملتی ہے۔ اماں کے گھر والوں نے بھی اماں کو ان کا اصل مقام نہیں دیا خاص طور پر بھولی بیگم تو اماں کو کتنی جتنی اہمیت دینے کو بھی تیار نہیں۔" اس نے بدلی سے سر جھٹکا تھا۔

"تو اس میں قصور اماں کا بھی تو ہے مٹی۔ تمہیں نہیں لگا کہ یہ فرض اماں کا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں میں اماں کی حیثیت کو منواتے۔ سارا قصور بھولی بیگم کے کھاتے میں ڈالنا انصاف کی بات نہیں۔" اس کے ہنسنے پر وہ جواب میں سلوٹی نے دے دے، دے لے لے میں کہا تو اس نے خاموش نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"بھولی بیگم کی ہر جائز ناجائز بات پر اماں کی خاموشی نا انصافی پر مبنی ہے۔ کبھی تو انہیں بھی اماں کا ساتھ دینا چاہیے تھا۔ بہر حال یہ سب ہمیشہ سے ایسا ہے اور ایسا ہی رہے گا۔ نہ اماں اپنے حق کے لیے کبھی

بولیں گی نہ ہی کبھی اماں کا ساتھ دے سکیں گے۔" خلاف مزاج آج سلوٹی بہت کچھ کہہ گئی تھی۔ رخ خفا تو پر سے کچھ ایسا پردہ کھینچ کر بٹایا تھا اس نے کہ مشکوٰۃ لب بستہ ہی رہ گئی۔

سلوٹی نے اس کے چہرے پر اداسی پھیلی دیکھی تو ایک دم اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اسے شاید یہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا۔ ایک تو آج کل یوں بھی مشکوٰۃ گھر چھوڑنے کے خیال سے بہت حواس ہو رہی تھی دوسرے اماں کے معاملے میں اس کا دل ہمیشہ سے جانبدار رہا تھا۔ اس لیے اس کی توجہ دوسری طرف مبذول کرانے کے لیے سلوٹی نے بے ساختہ اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔

"اچھا خیر اب تم ایسی ڈیپریٹنگ باتیں چھوڑو اور صرف اچھی اچھی باتیں سوچا کرو۔ ہمارے ٹیکسو سونے کی وجہ سے چہرے پر بہت جلد wrinkles پڑنے لگتے ہیں جنہیں کیمرا بڑی سچائی سے capture کرتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں تمہیں اپنی شادی کی تصویریں سب سے چھپانا پڑیں۔" شرارت آمیز لہجے میں کہہ کر اسے چھیڑا تو وہ بھی ہنسنے پر مجبور ہو گئی۔

البتہ سلوٹی کی بات جیسے اس کے دل میں ترازو ہو گئی تھی۔ پہلی بار غیر جانبدار ہو کر سوچا تو احساس ہوا کہ اس کے اماں باپ افراط و تفریط کا شکار تھے۔ ایک کو اپنے حقوق منوانے کا سلیقہ نہیں تھا تو دوسرا اپنا فرض نبھانے میں ناکام رہا تھا۔

☆☆☆ تاریخ طے ہونے بعد دن جیسے پر لگا کر اڑ رہے تھے۔ تمام تیاریاں بھولی بیگم کے حکم کے مطابق کی جا رہی تھیں، جنہیں دنیا جہاں کی فرسودہ رسومات رہ، رہ کر اس کی شادی پر ہی یاد آتی تھیں۔ مشکوٰۃ کا دل اس قدر فضول خرچی پر سخت ٹالا تھا جس کا اظہار بالآخر اس سے نہ کر سکی دیا۔

"نہن کر دیں اماں، آخر اتنا پیسہ خرچ کرنے کی کیا نیکی ہے۔ شادی سادگی سے بھی تو ہو سکتی ہے۔" لڑکے کے گھر والوں کو دیے جانے والے تحائف کے

لیے بھولی بیگم کے کہنے کے مطابق مینگے، مینگے برینڈ کا سامان لیا گیا تھا جن کی قیمتیں دیکھ کر اس کا ضمیر نقطہ ابال جا پہنچا۔

"یہ سب کرنا ضروری ہے بیٹا۔ سسرال میں لڑکی بھاری ہوتی ہے اس سے۔" سسرال بیگم اس وقت لائے ہوئے تھا نفیس پیک کر رہی تھیں کہ اچانک وہ آ کر جرح کرنے لگی تھی۔ جس پر انہوں نے خلاف معمول رسانی سے اسے منطق سمجھائی۔

"لڑکی سامان سے نہیں اپنی شخصیت سے بھاری ہوتی ہے اماں۔ وہ اگر پسند نہ آئے تو ان چیزوں کا فائدہ؟" اس نے سنجیدگی سے کہا

"ہاں تو تم تو پسند ہو ان سب کو۔ بہت پیار سے بھو بنا رہی ہیں تمہاری ساس جنہیں۔" سسرال بیگم نے پیار سے اسے دیکھا اور سلی آئینہ انداز میں بولیں۔

"تو بس پھر جب میں انہیں پسند ہوں تو آپ کو اتنے پاپڑ بیٹے کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے ناگ سکڑ کر کہا

"تمہیں ان باتوں کا علم نہیں۔ ابھی یہ معاملات تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔" انہوں نے مصروف انداز میں جواب دیا۔

"کیوں نہیں آئیں گے مجھے سمجھ میں کیا بیٹی ہوں؟" "بس تمہاری اسی کج سمجھی سے عاجز ہوں میں۔ کتنی بار سمجھایا ہے کہ بڑوں کے سامنے چپ رہا کرو۔ سسرال میں بھی سب کو غلط سمجھ جانے کی ضرورت نہیں، خاموش رہا کرنا۔" انہوں نے اس کی فکرات کو نظر انداز کر کے نصیحت کی۔

"چاہے کوئی غلط ہی کیوں نہ ہو؟" "ہاں تب بھی۔ تمہیں وہاں داروغہ بنا کر نہیں بھیج رہے ہم۔ دیکھو بیٹا کچھ باتوں کو نظر انداز کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اس گھر میں پہلے سے ایک بھو موجود ہے جو ساس کی فرمائیں داروغہ ہے۔ تمہیں بھی اپنی جگہ بنانا ہوگی۔ بلاوجہ کی نکتہ چینیوں کر کے دوسروں کو بدلنے کی کوشش مت کرنا۔ بلکہ اپنے آپ کو ان کے ماحول میں ڈھالنا۔"

"اماں میں شادی کر رہی ہوں۔ خود کو

جو سسرال بہ داری ہے transform کرنے کا معاہدہ نہیں۔" "جب دو لوگ ساتھ رہتے ہیں تو کبھی، کبھی سمجھوتا کرنا پڑتا ہے۔ میری بیٹی۔"

"تو یہ کچھ دما ئیز تو دو طرفہ ہونا چاہیے ناں اماں۔ آخر ساری توقعات لڑکی سے ہی کیوں کی جاتی ہیں۔ کیا لڑکے کو نہیں بدلنا چاہیے خود کو۔"

"عورت اور مرد کی مثال پانی اور برتن کے جیسی ہے مشکوٰۃ۔ پانی جس برتن میں ڈالا جاتا ہے اسے اس برتن کی شکل اختیار کرنا پڑتی ہے ورنہ وہ چھلک کر ضائع ہو جاتا ہے، خشک ہو کر ہوا ہو جاتا ہے۔"

"پھر بادل بن کر بارش کی صورت برس بھی تو جاتا ہے اماں۔"

"ہاں مگر پھر بارش کا وہ پانی مٹی کا رزق ہو جاتا ہے۔ خاک میں کہیں گم ہو جاتا ہے میری بیٹی۔" سسرال بیگم نے مردوباری سے حکیمانہ لہجے میں کہا تو اس نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔

"کمال ہے اماں آپ ایک عورت ہو کر ایسا کہہ رہی ہیں؟"

"ایک عورت ہوں تھی کہہ رہی ہوں۔" انہوں نے گہرے لہجے میں جوابا کہا تو وہ مزید کچھ نہ کہہ سکی۔ جانتی تھی کہ اماں کو ان کے کہنے سے ہٹانا اس کے بس کا کام نہیں۔ ان کے غلوں پر ایمان تھا اس لیے دل میں لاکھ دلائل ہوتے ہوئے بھی چپ ہو رہی۔ یوں بھی گھر سے وداع ہونے کے دن تیزی سے نزدیک آرہے تھے ایسے میں وہ اماں کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"عورت کے خیر میں ممبر شامل ہے مٹی بیٹا۔ ممبر ایک ایسی سواری ہے جو اپنے سوار کو گرنے نہیں دیتی۔ عورت بھی ممبر کا ہاتھ تھام کر بہت کچھ سہہ سکتی ہے۔" اس کی خاموشی پر انہوں نے سامان ایک طرف رکھتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باس بٹھا کر کہا تو اس کے چہرے پر اختلاف کے رنگ چمکنے لگے۔

"میں آپ کی طرح نہیں اماں۔ مجھ سے برداشت نہیں ہونی غلط بات۔ جیسے آپ بھولی بیگم کو سستی ہیں میں نہیں کر سکتی ایسا۔"



”نہیں ایسا نہیں۔ تمہارے اندر بھی بہت برداشت ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو تم آپا پیگم کی باتوں کو یوں خاموشی سے برداشت نہ کر پاتیں۔ کتنی بار وہ تم کو بھی ناروا بات کہہ جاتی ہیں۔“ مسکمل نے ہلکی سی مسکراہٹ سمیت کہا تو وہ جڑی ہو کر بولی۔

”وہ تو میں ابھی خاطر چپ رہ جاتی ہوں ورنہ۔“

”میری خاموشی کی وجہ بھی تمہارے ابا ہی ہیں مٹی بیٹا۔“ انہوں نے نرمی سے اس کی بات قطع کر کے بوجھتے کہا تو وہ لب بھجج کر ان کی بات سننے لگی۔ ”درحقیقت عورت شوہر کی محبت میں اس کی عزت کی خاطر بہت کچھ سہنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ شوہر اچھا ہو تو برے سے برا سرسرا بھی بھایا جاسکتا ہے۔ بس اللہ کرے عواض تمہارے حق میں ایک بہترین شوہر ثابت ہو۔ اور تم اس کے ساتھ سدا خوش و آباد رہو، آمین۔“

اس کا تھا محبت سے چوم کر عادی تو وہ جھینب کر ان کے گلے لگ گئی اور دل سے آمین کی سدا گوئی لگی۔

وہ بہت مطمئن تھی مگر کبھی، کبھی دل میں سوال ضرور سر اٹھاتا کہ جانے عواض کیسا انسان ہے، کیا سوچتا ہے کس حراج کا ہے؟ اور اس کا جواب ہمیشہ سلوٹی یا سامعہ سے ملتا۔ کہ وہ ذرا کم گوا انسان ہے، دوست بھی کم بنتا ہے، اس کا زیادہ وقت اپنی پڑھائی اور جاب میں صرف ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

بات طے ہونے سے لے کر آج تک عواض کی طرف سے کوئی فون کال نہیں آئی تھی نہ ہی کسی اور ذریعے سے رابطہ کیا گیا تھا۔

”سامعہ نے بتایا کہ بختیار انکل کو شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کا ملنا جلتا اور فون کا ٹرے پر بے تکلف ہوتا پڑتا تھا۔ اس لیے عواض بھائی نے آج تک تمہیں کال نہیں کی۔ مگر بے فکر رہو خبریں سب رکھتے ہیں وہ تمہاری۔“ اس دن سلوٹی عواض کے گھر سے واپس آئی تو اسے بتایا، جواب میں وہ محض سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی تھی تاہم یہ بات کتنی ہی دیر اس کے سر پر سوار رہی کہ کیا واقعی عواض اپنے والدین کا اتنا فرما بھر دار ہے یا کوئی اور وہ ہے رابطہ نہ کرنے کی۔

مگر اس کے ساتھ ہی دو گہری سیاہ آنکھوں کا ارتکاز تصور میں آکر اس کے سامنے خدشے جھٹکا گیا تھا۔

☆☆☆☆

اسے کتنا شوق تھا کہ اس کا عروسی جوتا سرخ یا میرون رنگ کا ہو مگر شادی کے لیے ٹی پنک اور ڈل گولڈن جبکہ دیسے کے لیے قان اور پستہ گرین کلر کے احتراج کے سوٹ بنائے گئے تھے مگر کیونکہ عواض کو سوفٹ کلرز پسند تھے۔ بری خوب جگہ کرائی تھی۔ جوڑوں کا کپڑا بہت قیمتی تھا اور اس پر بننا نازک کام ہے بول رہا تھا مگر ان کے بلکے رنگ دیکھ کر اس کی خوشی کچھ مدھم پڑ گئی۔

”نشی بھائی! یہ دونوں سوٹ عواض بھائی کی پسند کے عین مطابق ہیں۔ آپ پر خوب بیچوں گے اور مجھے یقین ہے کہ بھائی آپ کو دیکھ کر دل تمام لیس گئے۔“ سامعہ نے کان میں شوخ سرگوشی اندلی تھی جس پر وہ شرما گئی تھی۔

تاہم یہ خیال دل سے نہ نکلا کہ اس کے کپڑوں کے لیے رنگ کا انتخاب کرتے ہوئے کسی نے بھی اس کی پسند کو نظر نہ رکھا تھا۔ خاص کر شادی کا جوڑا جوڑکی کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے وہ تک اس کے پسندیدہ رنگ کا نہیں تھا۔ جبکہ عواض کے لیے لی گئیں تمام اشیا میں اس کی پسند کو ملحوظ رکھا گیا تھا۔ اور یہ بات کہنے سے وہ چمکی بھی نہیں۔

”تو کیا ہو گیا مٹی۔ آخر تم دلہن بھی تو ان کے لیے ہی بن رہی ہو۔ اب تم ایسی چھوٹی، چھوٹی باتوں کی وجہ سے دل چھوٹا مت کرو۔ یہ تو خوشی کی بات ہے کہ عواض بھائی نے تمہاری ہر چیز اپنی پسند سے اور کتنے دل سے لی ہے۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ تم ان کی زندگی میں ایک خاص مقام رکھتی ہو۔“ سلوٹی نے اس کے شکوہ پر تاملانہ انداز اختیار کیا تو اس نے مصنوعی ہنسی سے اسے دیکھا تھا۔

”اچھا بس۔۔۔۔۔ اب تم اپنا فخر و محبت نہ جھاڑنے بیٹھ جانا۔ پتا ہے مجھ بھی یہ سب۔“ دل ہی دل میں اس سے شوق ہوتے ہوئے بظاہر اسے ڈپٹ دیا تھا۔

”پتا تو خیر عواض بھائی کو لگنے والا ہے۔ ہائے

بھارے! انہیں تو علم ہی نہیں کہ ان کا بالاس آفت کی پرکالہ ہے۔ پڑ رہا ہے۔“ آج کل سلوٹی کی خوب بن آئی تھی۔ ہر وقت اس کے گرد دائرہ بچک رہتی تھی۔

”جب کرو تم، میری بہن ہو کر میری بڑائی اور عواض کی طرف قدری کرتی ہو۔ پارٹی ہی بدل لی تم نے۔“

”ج میں پوری لوٹا ہوں۔“

”پتا نہیں میں لوٹا ہوں یا نہیں۔ مگر تم، یہ سوٹ پہن کر ضرور دل لوٹ لو گی عواض بھائی کا۔“ سلوٹی گزشتہ موضوع کی طرف پلٹ آئی تو وہ عجوبہ سی ہو کر ہنس پڑی۔

”خیریت یہ کس بات پر شرمایا پس مسکرایا جا رہا ہے؟“ عاکف نے دروازے سے جھانک کر شوٹی سے سوال کیا۔ تو وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

”موصوفہ عواض بھائی کے تصور کے مرہون منت مسکرا رہی ہیں۔“ سلوٹی نے شوٹی سے مطلع کیا۔

”ہم۔۔۔۔۔ م، گویا مٹی بیگم تصور جاناں کیے ہوئے ہیں۔ کرو، کرو جتنا بھی ہے۔“ عاکف شرارت سے بولا اندر چلا آیا۔

”شرم کرو عاکف! بیڑی بہن ہوں میں تمہاری۔ یہ کس قسم کی فضول باتیں کر رہے ہو تم۔“ جھینب کر اسے ڈپٹا۔

”فضول لوگوں سے اسکی ہی باتیں کی جاتی ہیں۔ کیوں سسر سلوٹی؟“ عاکف اپنے نام کا ایک ہی تھا، مزے سے کہہ کر سلوٹی سے سوال کیا۔

”میری بات عاکف۔ مہمانوں کو ایسے نہیں کہتے۔ کتنی بار سمجھایا ہے تمہیں۔“ سلوٹی نے اس کی شرارت میں ساتھ دیتے ہوئے مصنوعی انداز میں تنبیہ کی تو یک دم اس کا دل بھر آیا۔

”میں مہمان نہیں ہوں سبجے تم دونوں۔“

”بالکل مہمان ہو بلکہ بلائے جان ہو تم۔ ہائے کتنا اچھا لگے گا جب تم چلی جاؤ گی۔“ آف کس مزے کی زندگی ہو گی ہماری۔“ عاکف نے خوابناک لہجہ بنا کر کہتے ہوئے ذرا لحاظ نہ کیا۔

”کیا واقعی تم لوگ میرے بغیر خوش رہو گے؟“

جواب اس نے افسردگی سے دونوں کو مخاطب کر کے سوال

کیا تو وہ دونوں زور و شور سے سر ہانے لگے تھے۔

”لیکن میں کیسے رہوں گی تم سب کے بغیر عاکف۔ کیسے رہوں گی؟“ رندے ہوئے لہجے میں ٹوٹ کر سوال کیا تھا اس نے۔ اور پھر نہ جانے کیا ہوا وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چمکا کر چھوٹ، چھوٹ کر رو پڑی تھی۔ عاکف اور سلوٹی آنکھوں میں آنسو چھپاتے ارے، ارے کہتے رہ گئے۔ مگر اس کے انٹک اس وقت تک نہ تھے جب تک کہ ابانے آکر اس کے سر پر ہاتھ نہیں رکھ دیا۔

”ایسے نہیں روتے بیٹا، اپنے سنے مگر کی بنیاد آنسوؤں پر نہیں مسکرا ہوں پر رکھو۔ دیکھنا سب کتنا آسان ہو جائے گا تمہارے لیے۔ اور پھر ہم سب بھی تو ہیں ناں تمہارے ساتھ۔ چلو شاباش جا کر پانی پیو۔“ سلیمان صاحب کے بھرائے ہوئے محبت بھرے لہجے نے اسے تقویت دی تو بیشکل آنسو صاف کر گئی۔

”بالکل، یوں بھی رو، رو کے احتجاج کرنے کا اب کوئی فائدہ نہیں میری پیاری بہن، شادی کی تاریخ تو طے ہو چکی ہے رخصتی ایک مہینے بعد ہی ہوگی، اب چاہے تم روؤ یا نہ رو۔“ عاکف اسے پیچھڑنے سے باز نہیں آیا تو وہ ہنسی آنکھوں سے اسے دیکھتی ہلکا سا مکا اس کے کندھے پر جڑتی اٹھ گئی۔

”پتا نہیں ابا آپ نے کیسے اپنی دو، دو بیٹھیں رخصت کر دیں۔ مجھ سے تو ایک نہیں ہو پاری۔“ اس کے جاتے ہی عاکف نے پلکیں جھپک کر سلیمان صاحب سے بے اختیار سوال کیا تو وہ بروہاری سے مسکرا دیے۔

”وقت سب سکھا دیتا ہے بیٹا۔ تم مٹی کے بغیر اور وہ تمہارے پتا زندگی گزارنا سکھے گی۔ مگر یہ تو خوشی کی بات ہے کہ تمہاری بہن کا گھر بس رہا ہے۔ کیا ہوا جو وہ اس گھر جا رہی ہے، بس دلوں میں ایک دوسرے کی جگہ ختم نہ ہونے دینا۔ شادی کے بعد ہمیں غیر نہیں ہو جائیں۔ بھائی تو بہنوں کا مان ہوتے ہیں۔ تم بھی اپنی بہنوں کا خیال رکھنا۔ خاص کر مشکوٰۃ کا۔ میری یہ بیٹی بہت حساس ہے۔“ نہ چاہتے ہوئے بھی سلیمان صاحب کی آنکھیں ڈبڈبائی تھیں۔ لہجہ نرم ہو گیا تھا۔ جواباً



# ملک بھر میں جاسوسی ڈائجسٹ سیلی کیشنز کے

جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت ملنے میں اگر دشواری ہے تو مندرجہ ذیل نمبرز پر ہمارے نمائندوں سے رابطہ کیجیے۔

0524568440	سیالکوٹ	03016215229	مکرات	03002680248	کراچی
03460397119	میرپور AK	03456892591	دزیر آباد	03004009578	لاہور
057210003	انگشٹی	03216203640	لالہ موسیٰ	03006301461	لکھنؤ
03004854922	دیپالپور	03337472654	خان پور	03213060477	خیر آباد
03002373988	لیہ	03325465062	کوہاٹ	03447475344	سرگودھا
03083360600	قصبہ ڈنگہ	0344680050	سایہ وال	03005930230	پٹنار
03008758799	عارف والا	03006946782	پاک پتن	03337805247	گوند
03023844266	لورالائی	03469616224	مظفر آباد	03006698022	فیصل آباد
03016299433	کوٹہ ارب علی خان	03347193958	پوروالہ	03005583938	راولپنڈی
03338303131	جلاپور ویر والا	03136844650	وہاڑی	03003223414	نواب شاہ
03321905703	ہری پور	03346712400	تونسہ شریف	03007452600	صادق آباد
03348761952	چکوال	03336481953	ڈیرہ غازی خان	03055872626	رحیم یار خان
03346383400	دہوا	03336320766	بہاولنگر	0622730455	بہاولپور
0307-6479946	حافظ آباد	03329775400	بنوں شہر	03316667828	گوجرانوالہ
0301-5497007	واہ کینٹ	03004719056	رائے وٹ	03235777931	جہلم
0992335847	ایبٹ آباد	03317400678	ہڑپہ	03008711949	سیالکوٹ
03454678832	چوکی	03349738040	ڈیرہ اسماعیل خان	0477626420	جنگ
0333-5021421	ماسہرہ	03348761952	چشتیان	03337979701	بکھر
03004992290	کوٹ رادھاشن	0301-7681279	مٹین آباد	0331-7619788	منڈی بہاؤ الدین
0300-6575020	قصور	0333-8604306	سمبوال	0300-9463975	ڈسکہ
0315-6565459	نوبل سیکم	03006969881	حجرہ شاہ قسیم		

جاسوسی ڈائجسٹ سیلی کیشنز

35895315

E-mail: jdpgroup@hotmail.com

داروں سے متعارف کرایا گیا۔  
”تم نے ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا۔ کچھ کھاؤ کی مٹی چٹا۔“ کچھ دیر بعد عدرا بیگم نے اس کے چہرے پر مسکندہ دیکھی تو پاس آکر شفقت سے پوچھا۔ جو اب اس نے نئی میں سر ملادیا۔

”نہیں شکریہ..... مجھے بھوک نہیں آتی۔ بس سر میں تھوڑا درد ہے۔“ دیمی آواز میں انہیں تکلیف بتاتی تو وہ فوراً مستعد ہو گئیں۔

”سارا دن آرام جو نہیں کیا۔ اس لیے سر درد کر رہا ہے۔ یہاں شور بھی بہت ہے۔ ایسا کرو تم چل کر کمرے میں بیٹھو۔ میں تمہارے لیے چائے بنوائی ہوں۔ ساتھ میں ایک پین کمرے بھی لے لیتا۔“ اسے کہہ کر انہوں نے سامعہ کو بلایا تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ پہلے قدم پر ہی اسے میکے اور سسرال کا فرق پتا چل گیا تھا۔ اپنے گھر تو وہ کسی قریب سے آتی ہی ہنس پر گر جاتی تھی۔ سلوٹی ناراض ہوئی رہتی کہ کپڑے اور چوڑی سینو بعد میں سونا مگر اس کو مسکن کی برداشت نہیں تھی۔ مگر یہاں اس کی کمر تختہ ہوئی تھی بیٹھے، بیٹھے کمر ضبط کیے ہوئے تھی۔

بذرا خواہ سے کمرے میں لے کر آئیں اور بیڈ پر بٹھایا۔ ”لو، اب ریٹیکس ہو کر جاؤ۔ سامعہ چائے لانے والی ہے ساتھ میں دو ابھی ہو گئی۔ کھا لیتا۔“ محبت سے کہتے ہوئے اس کا گودن جو بیڈ سے نیچے لٹک رہا تھا اسے سمیٹ کر وہ اس کے پاس ٹک گئی تھیں۔

”آج سے یہ تمہارا گھر ہے بیٹا۔ کسی معاملے میں بھی خود کو کم سے الگ نہ سمجھنا۔ کوئی بھی بات ہو تم مجھ سے کہہ سکتی ہو۔ عواض میرا بہت اچھا بیٹا ہے۔ کم کو ہے مگر دل کا بہت اچھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں اس سے کوئی شکایت نہیں ہوگی اور تم بھی اسے بہت خوش رکھو گی۔“ حلاوت سے کہتے ہوئے انہوں نے اس گھبراہٹ کم کرنے کی کوشش کی جو کمرے میں آنے پر کچھ بڑھ گئی تھی۔

”ان شاء اللہ۔“ وہ نظر جھکا کر زیر لب اتنا ہی کہہ سکی۔ اس اثنا میں سامعہ چائے لے آئی تھی۔

عاکف بے اختیار ان سے لپٹ گیا۔  
”میں آپ کو کبھی مایوس نہیں کروں گا اب۔“ اس کے لہجے کا یقین سلیمان صاحب کے دل میں اتر گیا۔ وہ طمانیت سے مسکرا دیے تھے۔

☆☆☆

اور پھر وہ دن بھی آگیا جب نکاح کے دو پوئل اسے مشکوۃ سلیمان سے مشکوۃ عواض بنا گئے۔ رخصتی کے وقت وہ کھل کر روئی، سچ یہ تھا کہ میکا چھوڑنے کے دکھ کے ساتھ نئے گھر اور نئے لوگوں میں جا کر رہنے کا خوف بھی اسے ہراساں کیے ہوئے تھا۔ سلیمان صاحب نے اسے پیار سے سمجھایا مگر آج اس کے آنسو رک نہیں رہے تھے۔

”بیٹا اس کا خیال رکھیے گا۔ سمجھیں ہم اپنا دل نکال کر دے رہے ہیں آپ کو۔“ سنیل بیگم نے اظہار آنکھوں میں التجا لیے سامنے کھڑے عواض سے کہا تو وہ متاثر ہوئے بیٹا نہ رہ سکا۔

”آئی پلزز، آپ فکر نہ کریں۔ مشکوۃ اپنے ہی گھر جا رہی ہے۔“ اس کا سنجیدہ لہجہ اطمینان بخش تھا۔ پہلو میں کھڑی مشکوۃ کے کانوں میں جیسے کسی نے آب حیات ٹپکایا تھا، اس نے بے اختیار نظر اٹھا کر عواض کی طرف دیکھا تھا جو اسے دیکھ کر دوستانہ انداز میں مسکرا دیا تھا۔ اس کی یہ مسکراہٹ ان سب کے لیے بہت حوصلہ افزا تھی۔ سلیمان صاحب اور سنیل بیگم کے دل پر بھی جیسے کسی نے ہاتھ رکھ دیا تھا۔ داماد کی طرف سے دلایا گیا سکون ان کے اندر اتر کر انہیں مطمئن کر گیا تھا۔

”بیٹی بنا کر لے جا رہا ہوں سلیمان۔ تمہیں اب مشکوۃ کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔“ بختیار صاحب نے بھی آبدیدہ دوست کو تسلی دی تو وہ پرسکون ہو گئے۔

اور یوں میکا جیسے چھوڑ کر وہ عواض کا ہاتھ قہارے سسرال کی دلہیز بار کر گئی۔ سامعہ اور ستارہ اس کے ساتھ ساتھ تھیں۔ گھر بچے کراسے مسکن کا شدید احساس ہو رہا تھا، سر میں بھی درد تھا مگر کسی سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ ان سب نے اسے ڈرانگ روم میں لایا تھا تھا

جہاں ایک دور رسوں کے بعد عواض کے قریبی رشتے



ساتھ ٹھٹھ بھی تھی۔

”ویسے تو ہمارا رشتہ کافی بدنام ہے۔“ کب اور وہ اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے مدھم آواز میں کہہ کر وہ ہنسی گئی۔ ”مگر تم مجھے اپنا دوست بھی سمجھ سکتی ہو۔ یقین کرو مجھے اپنی بھویں اپنے بیٹوں سے زیادہ پیاری ہیں۔ اور تم تو بھویں بہت اچھی۔“ وہ اسے خود سے مانوس کر رہی تھی۔ بات ہی انہوں نے ایسی کہی تھی کہ وہ جھپٹ گئی۔ البتہ ان کی نرم گفتاری کے باعث اس کی گھبراہٹ کچھ کم ہونے لگی تھی۔

پھر کچھ دیر وہ اور سامعہ اس سے باتیں کرتی رہیں۔ اور جب سامعہ چائے کے خالی برتن لے کر باہر جانے لگی تو انہوں نے اس سے عواض کو بلانے کا کہا۔ جس پر سامعہ اسے شوخ نظروں سے نگہداشتی باہر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ ذرا دیر بعد اندر عواض کمرے میں داخل ہوا تو اس کی محرم طرزی شخصیت نے اسے ایک بار پھر وحشت زدہ کر دیا۔ نظر اس کی طرف اٹھ کر جھک گئی تھی۔ وہ آج کمرے فڈسٹ میں بہت وجہ لگ رہا تھا۔

”لو بھئی میرا بیٹا بھی آگیا۔ اب تم دونوں آرام سے باتیں کرو۔ ان شاء اللہ صبح ناشتے پر ملاقات ہوگی۔“ محبت سے اس کا ہاتھ چھپتا کر وہ سامعہ کو باہر آنے کا اشارہ کرتی باہر کی طرف بڑھیں۔

”عواض! خیال رکھنا اس کا۔ تھوڑی گھبراہٹ ہوئی ہے۔“ عواض کے پاس سے گزرتے ہوئے ذرا کی ذرا رک کر انہوں نے مدھم سی سرگوشی کی تو اس نے سامنے اپنی تمام تر حشر سامانیاں سینے سے پیٹی مشکوٰۃ کو دیکھ کر سر اٹھات میں ہلا دیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر مشکوٰۃ نے گہری سانس بھری اور اپنی خود اعتمادی کو بچ کر کے سامنے بیٹھے عواض کی طرف خود کو متوجہ کیا۔

”اب ٹھیک ہو تم؟“ وہ تردد سے پوچھ رہا تھا۔

”جی۔“ اس نے ہلکی جھپکیں۔

”ریلیکس ہو جاؤ۔ اتنی پریشان کیوں ہو؟“

”ان ٹھٹھ بھی اماں، اماں سے دور نہیں رہی شاید اس لیے۔“ اس نے مسکرا کر اپنی گھبراہٹ کی توجیہ دی تو عواض مسکرا دیا۔ اور اسے غور سے دیکھا۔ وہ آج ہم

میرتا پھر حسین لگ رہی تھی۔ مختیار صاحب کے چہرے کی شکایت جیسے مٹ سی گئی۔ انہوں نے اس کے لیے داہنی ایک بہت پیاری لڑکی چنی تھی۔ مسکرانے کے باعث اس کے گالوں کے ڈسپل گہرے ہو کر عواض مختیار کی نگاہ کے لیے مقناطیس کا کام دے رہے تھے۔

”ویل یہ تو ہمارا کلچر ہے اور میرے خیال سے لڑکیاں اس تبدیلی کے لیے ذہنی طور پر تیار بھی ہوتی ہیں۔“ کوٹ اتار کر ایک طرف رکھتے ہوئے وہ اس کے سامنے آ بیٹھا تھا۔ بات کرنے کا انداز دوستانہ تھا۔ مشکوٰۃ کے دل کو ایک خوب صورت احساس نے نرمی سے چھوا۔

”لیکن شاید یہ سب بہت جلدی میں ہوا اس لیے تم پزل ہو گئی ہو۔ مگر فکر مت کرو۔ آہستہ، آہستہ ہم دونوں ایک دوسرے سے مانوس ہو جائیں گے۔“ پاس پڑے کوٹ کی جیب سے سرخ ڈیبا برآمد کرتے ہوئے وہ رساں سے کہہ رہا تھا۔

پھر اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے اس کا رخ وٹلی انگلیوں والا ہاتھ تھا، اور پیش قیمت ٹگنوں سے مزین خوب صورت طلائی انگوٹھی نکال کر نرمی سے اس کی انگلی میں پہنا دی۔ مشکوٰۃ نے دیکھا انگوٹھی بہت حسین تھی اسے دل سے پسند آئی۔

”اچھی لگی؟“ جسم بچہ میں استفسار کیا۔

”بہت خوب صورت ہے۔ آپ کی پسند واقعی

بہت اچھی ہے عواض!“ وہ کہے بنانہ رہ گئی۔ سادہ اور سچا انداز تھا۔

”ویل یہ میری نہیں پاپا کی پسند ہے۔“ عواض نے برجستہ کہا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

”جیسے تم پاپا کی پسند ہو۔“ وہ کہہ رہا تھا، مشکوٰۃ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

”کیا مطلب؟ میں بھی نہیں۔ کیا میں آپ کی

پسند نہیں؟“ اس کا استفسار نگہ سے پر تھا۔ وہ اپنی کشادہ آنکھیں کھولے گہری سوالیہ نظریں عواض کے چہرے پر

جمائے سنجیدگی سے سوال کر رہی تھی۔

(باقی آئندہ)